ماھنامہ

حکمت بالغہ

مارچ 2010

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:0092-47-77628261

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ/http://jhanghikmat.co.cc یا

www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

حرف آرزو

انجینئر مختار فاروقی

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ ایک خدمت خلق کا ادارہ ہے اور اس کا دائرہ کار لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے روشناس کرانا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ دور حاضر میں زندگی کے ہر شعبہ میں بنیادی کردار (ROLE) ادا کر رہا ہے اور ہر سطح پر قوت فیصلہ وقوت نافذہ اسی طبقے کے ہاتھ میں ہے۔ حکومت، فوج، بیوروکریسی، عدلیہ، لوکل گورنمنٹ کے تمام شعبے حتیٰ کہ صنعت و تجارت اور کاروبار وزراعت سمیت سب جگہ جدید تعلیم کو کلیدی مقام حاصل ہے اور یوں جدید تعلیم یافتہ طبقہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ علماء کرام کا اپنا ایک مقام ہے اور دائرہ کار ہے اور مذہبی معاملات میں فیصلہ کن بھی ہے۔ تاہم ان کا ROLE عملی طور پر معاشرے کے کسی حصے اور زندگی کے کسی شعبے میں نمایاں نہیں ہے۔ مغربی فکر اور تہذیب نے میڈیا کے ذریعے ہر چہار طرف سے ایسی یلغار کر رکھی ہے کہ عوام کا بچنا تو محال تھا ہی خود علماء کرام کی اولادیں اور اگلی نسل اس سے کلیتاً بچی ہوئی نظر نہیں آتی (اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس فتنۂ دجال کے دور میں اس مغربی تہذیب سے بچائے اور ایمان کو بچانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین)

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ کے تحت قرآن اکیڈمی اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں

قرآن مجید کی تعلیمات کے فروغ کے لئے کوشاں ہے اور اس کی ساری سرگرمیوں کا ہدف یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بالخصوص نوجوان نسل کو مغربی تہذیب کی دلدل سے نکال کر قرآن مجید سے روشناس کرایا جائے اور ان کے قلوب واذہان میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ، اتباع رسول ﷺ کا شوق اور مسلمان زندہ رہنے اور مسلمان کی ''موت'' کی آرزو پیدا ہو جائے۔قرآن مجید میں اس شوق اور طرز عمل کا تذکرہ اس طرح آیا ہے:

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(الانعام-162)

''بیشک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے''

مغربی فکر اور تہذیب وثقافت کی یلغار کا آغاز جنوبی ایشیا میں بنگال میں جنگِ پلاسی میں سراج الدولہ کی شکست (1753ء) سے ہوا تھا، سلطان ٹیپو شہید (شہادت مئی 1799ء) کے بعد یہ 'وبا' پورے برطانوی ہند میں پھیل گئی بلکہ جلد ہی اس تہذیب وثقافت نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور گزشتہ دوصدیوں سے یورپی اقوام اور اُن کے پیچھے درپردہ یہود (صہیونیت) نے اقوام عالم کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ہر طرح کے ظلم وتشدد، جبر ولالچ اور آزادی کے جھوٹے تصور سے ان کا مسلسل استحصال کر رہی ہیں۔

عالم اسلام میں بے راہ روی اور روشن خیالی کے خلاف تقریباً تمام ملکوں میں تحریکیں برپا ہیں اور دن رات اپنے کام میں مصروف ہیں۔اس معرکہ میں دنیاوی زندگی کے عیش وآرام کا حصول اور اُخروی زندگی کی کامیابی اصل فریق ہیں۔دنیاوی لذات اور جسم وجان کے تقاضوں کو 'بدن' سے تعبیر کریں اور اُخروی زندگی کی نجات، رضائے الٰہی کا حصول اور باطنی سکون کو 'روح' سے موسوم کریں تو مغربی بالادستی کے خلاف برسرپیکار آج مسلمان مزاحمتی قوتوں کو درحقیقت معرکۂ روح وبدن درپیش ہے۔

مغربی تہذیب کے پاس بے انتہاء وسائل ہیں اور عیش کوشی، بے راہ روی، مادر پدر آزادی، بے حیائی اور عریانیت کے علاوہ ٹیکنالوجی اور صنعتی ترقی کے ہتھیار ہیں جبکہ مسلمانوں کے پاس جذبہ ایمان کے ساتھ واحد ہتھیار قرآن مجید ہے اور اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ''بے داغ'' اور ''معصوم'' شخصیت کا سیرت وکردار ہے۔

مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے ہیں اور نورِ توحید، نورِ اسلام اور دینِ مصطفٰے ﷺ کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں تو ——— حالیہ مغربی تہذیب و ثقافت کے پیچھے شیطان اور ابلیسی قوتیں ہیں جو ابلیسی ہتھکنڈوں سے لیس ہیں۔ مکر و فریب، دھوکہ، بے اصولی، بے اخلاقی، حیوانیت اور انسان دشمنی کے علاوہ خدا ناشناسی اور خدا بیزاری اس کی پہچان ہے۔

بقول شاعر

ے
دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پا مردئ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ابتدائے اسلام میں آغاز وحی کے بعد حضرت محمد ﷺ اور ان کے مخلص پیروکاروں کو یہی ''معرکہ روح و بدن'' درپیش رہا تھا، ان وفا کے پیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ساتھ ہر طرح کے مصائب برداشت کیے اور صبر و استقلال سے موقف پر جمے رہے۔ قرآن مجید کے ذریعے باطل اور ابلیسی قوتوں کے کردار کو بے اثر بنا دیا ——— آج ہمارے پاس بھی مغربی تہذیب و ثقافت کی یلغار (جس میں مشرق سے ہندو ثقافت اور بے حیا تہذیب کا حملہ بھی ابلیس کا ایک ہتھیار ہے) کے مقابلے میں قرآن مجید اور اتباع رسول ﷺ کا اسلحہ ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ (الفرقان۔52)

(آپ ﷺ) کافروں (مخالفوں) کی باتوں (اور مشوروں) میں نہ آئیں اور ان کے (بے بنیاد اور باطل ابلیسی) نظریات کے خلاف قرآن مجید کے ذریعے جہاد کریں مسلسل بھرپور جہاد۔

اسلام کے دشمنوں اور محمد ﷺ کے دشمنوں کے خلاف قرآن مجید کے ذریعے جہاد ——— آج بھی اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ خود آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مکی دور میں تھا۔ اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم خود قرآن مجید کو سیکھیں ——— اس کی زبان کو سمجھیں ——— اس پر عمل کریں اور اس کے پیغام کو عام کریں۔ قرآن فہمی اور

قرآن مجید کا پیغام جتنا عام ہو گا اتنا ہی لوگ قرآن مجید کے استدلال سے متأثر ہو کر قرآن کے قریب آتے چلے جائیں گے۔

قرآن مجید کے ''علم'' کو عام کرنے اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کو قرآن مجید سے متعارف کرانے کے لئے قرآن اکیڈمی میں کئی طرح کے پروگرام منعقد ہوتے ہیں اور سرگرمیاں جاری رہتی ہیں جس سے علاقے کے لوگ حسبِ ضرورت وصلاحیت استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ ان پروگراموں میں اہم پروگرام یہ ہیں۔

☆ عربی کلاسوں کا انعقاد (12 ہفتے کا کورس)

☆ ماہانہ سیمیناروں کا سلسلہ

☆ دروس قرآن اور خطابات کا پروگرام

☆ خطبات جمعہ (اکیڈمی میں جمعہ کی نماز 1-15 پر کھڑی ہوتی ہے)

☆ 25 روزہ کل وقتی ''پھر سوئے حرم لے چل'' تربیت گاہوں کا انعقاد

☆ ماہ رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ مکمل ترجمۃ القرآن کا پروگرام

☆ رمضان المبارک میں مختلف مساجد میں تراویح کے بعد قرآن مجید کے پڑھے گئے حصے کا مختصر تعارف وترجمہ کا خلاصہ

☆ خواتین کے لئے خصوصی پروگرام

شہر میں خواتین کے لئے پروگرام ہوتے ہیں۔ اب قرآن اکیڈمی میں خواتین ہال ایئر کنڈیشنڈ ہو گیا ہے اس میں بھی جلد باقاعدہ پروگراموں کا آغاز کیا جارہا ہے۔ ان شاء اللہ

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور اس کو سمجھ کر حصول ہدایت کی غرض سے پڑھنا صرف باعث ثواب ہی نہیں ہر انسان کی ناگزیر ضرورت ہے بلکہ جو باشعور اور باصلاحیت انسان (مسلمان) قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے پر آمادہ نہیں ہوتا اس کے لئے ارشاد ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا (محمدؐ۔24)

''بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگ رہے ہیں''

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دلوں پر لگے ہوئے تالوں کو کھولیں اور قرآن مجید

سیکھنے اور پڑھنے پر آمادہ ہوں اس کے ترجمے کا مطالعہ شروع کر دیں اس کی زبان سیکھنے کے لئے کسی قریبی عربی کلاس کے پروگرام میں شریک ہوں اور پھر خود آنکھیں کھول کر اللہ کی کتاب کے 'حقیقی' پڑھنے کا آغاز کر دیں۔

آج ہم اس قرآن فہمی سے نا آشنا کر دیے گئے ہیں اور لوگ ناظرہ قرآن مجید پڑھنے پر کفایت کیے ہوئے ہیں ایک دیہاتی ان پڑھ شخص قرآن مجید کو صرف ناظرہ پڑھتا ہے تو اُسے ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے درگزر بھی فرمائے گا مگر ———— جدید تعلیم یافتہ حضرات ایم اے پاس، پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، ایم بی اے، وکلاء حضرات صرف ناظرہ پر اکتفا کریں تو اللہ کے ہاں سخت باز پرس ہوگی۔ پھر ناظرہ پڑھنے سے ثواب تو ملتا ہے (اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے) زندگی کے معمولات پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور انسان حرام سے اجتناب نہیں کرے گا؛ اس لئے کہ وہ بات کو سمجھتا ہی نہیں ہے اور مطمئن ہے کہ میں قرآن مجید کی روزانہ تلاوت تو کرتا ہوں۔

باصلاحیت، باشعور اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے ناظرہ قرآن مجید پڑھنے پر اکتفا ہی کا نتیجہ ہے کہ آج

- ☆ قرآن صرف بیٹیوں کو جہیز میں دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
- ☆ جھگڑوں میں قسم اُٹھانے کی نوبت آتی ہے تو قرآن پاک کی ضرورت پڑتی ہے۔
- ☆ قرآن پاک عمل کی کتاب ہے، ہم نے اس سے 'عملیات' کی کتاب بنا کر رکھ دیا ہے۔
- ☆ قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے، ہم نے اسے صرف برکت کی کتاب بنا دیا ہے اور گھروں اور دکانوں وغیرہ پر برکت اور آگ سے بچاؤ کے لئے رکھتے ہیں۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے قرآن پاک کی اعلیٰ شان ایک فرمان میں بیان کی ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے وہ پڑھیے اور قرآن مجید کے ساتھ اپنا آئندہ رویہ خود طے کر لیجیے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَاالْمَخْرَجُ مِنْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ

مَاقَبۡلَکُمۡ وَخَبَرُ مَا بَعۡدَکُمۡ وَحُکۡمُ مَا بَیۡنَکُمۡ ھُوَ الۡفَصۡلُ لَیۡسَ بِالۡھَزۡلِ،مَنۡ تَرَکَہُ مِنۡ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللّٰہُ وَمَنِ ابۡتَغَی الۡھُدٰی فِیۡ غَیۡرِہٖ اَضَلَّہُ اللّٰہُ، وَھُوَ حَبۡلُ اللّٰہِ الۡمَتِیۡنُ وَھُوَ الذِّکۡرُ الۡحَکِیۡمُ وَھُوَ الصِّرَاطُ الۡمُسۡتَقِیۡمُ، ھُوَ الَّذِیۡ لَا تَزِیۡغُ بِہِ الۡاَھۡوَآءُ وَلَا تَلۡتَبِسُ بِہِ الۡاَلۡسِنَۃُ وَلَا یَشۡبَعُ مِنۡہُ الۡعُلَمَاءُ وَلَا یَخۡلُقُ عَنۡ کَثۡرَۃِ الرَّدِّ وَلَا تَنۡقَضِیۡ عَجَائِبُہٗ،ھُوَاالَّذِیۡ لَمۡ تَنۡتَہِ الۡجِنُّ اِذۡ سَمِعَتۡہُ حَتّٰی قَالُوۡا:” اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَباً یَّھۡدِیۡ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰ مَنَّا بِہٖ “ مَنۡ قَالَ بِہٖ صَدَقَ وَمَنۡ عَمِلَ بِہٖ اُجِرَ وَمَنۡ حَکَمَ بِہٖ عَدَلَ وَمَنۡ دَعَا اِلَیۡہِ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔(رواہ الترمذی والدارمی)

’’حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے ایک دن فرمایا: آ گاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں (یعنی اعمال واخلاق کے جو دینوی وآخروی نتائج وثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں' قران مجید میں ان سب سے بھی آگاہی دے دی گئی ہے!) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں' قرآن میں ان کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق وباطل اور صحیح وغلط کے بارے میں) وہ قول فیصل ہے وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے جو کوئی جابر وسرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور و سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا!) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اس کے حصہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا!) قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی

اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے اور محکم نصیحت نامہ ہے اور وہی صراط مستقیم ہے وہی وہ حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑ بڑ نہیں کرسکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہوگئی اور محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کے اس کو محرف کر دیا۔ اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تا قیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے!) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کیلئے کچھ باقی نہیں رہا بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علم قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ قرآن کثرت مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہوگا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہوگا) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق ولطیف' حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے:۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

''ہم نے قرآن سنا جو عجیب ہے رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی پس ہم اس پر ایمان لے آئے''

جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی اور جس نے قرآن پر

عمل کیا وہ مستحق اجروثواب ہوااور جس نے قرآن پرعمل کیا وہ مستحق اجروثواب ہوااور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل وانصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگئی۔‘‘(ترجمہ معارف الحدیث ازمولانا محمد منظور نعمانی)

ہماری دلی آرزو ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی کتاب کی صحیح قدر قیمت (جیسی کہ وہ ہے) کا احساس دے اور اس کتاب کو ہدایت کے لئے پڑھنے اور اس پرعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

قرآن پاک کی روزانہ تلاوت کے بعد مسنون دعا کو توجہ سے مانگیں تو ذمہ داریوں کا احساس اجاگر ہوگا۔

دعائے ختم القرآن

اَللّٰهُمَّ انِسُ وَحُشَتِیُ فِیُ قَبُرِیُ اَللّٰهُمَّ ارُحَمُنِیُ بِالُقُرُانِ الُعَظِیُمِ وَ اجُعَلُهُ لِیُ اِمَامًا وَّ نُوُرًا وَّ هُدًی وَّ رَحُمَةً اَللّٰهُمَّ ذَکِّرُنِیُ مِنُهُ مَانَسِیُتُ وَ عَلِّمُنِیُ مِنُهُ مَاجَهِلُتُ وَ ارُزُقُنِیُ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیُلِ وَ اٰنَآءَ النَّهَارِ وَ اجُعَلُهُ لِیُ حُجَّةً یَّا رَبَّ الُعَالَمِیُنَ۔

’’اے اللہ مجھے (قرآن مجید کی برکت) قبر کی وحشت سے مانوس کر، اے اللہ مجھ پر قرآن کے سبب رحم فرما اور اس کو میرا امام اور نور وہدایت اور رحمت بنا، اے اللہ اس میں سے جو بھول گیا ہوں مجھے یاد دلا دے، اور جو میں نہیں جانتا اس میں سے وہ مجھے سکھا دے، اور دن اور رات کے وقتوں میں اس کی تلاوت کی توفیق عطا کر، اور اس کو میرے لئے دلیل بنا، اے تمام جہانوں کے پروردگار‘‘

2

1910ء—2010ء

جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کے مسلمانوں کی تاریخ

حضرت علامہ اقبال کی وفات (1938ء) سے، قیام پاکستان تک

انجینئر مختار فاروقی

تحریک خلافت کے ذریعے مسلمانانِ ہند میں ایک عمومی بیداری کی لہر پیدا ہوئی تھی جس سے مسلمانان ہند کی زبوں حالی میں بہتری کی ایک امید کی کرن پیدا ہوئی جسے علامہ اقبال نے 1930ء کے خطبہ آباد میں الفاظ میں بیان کر کے مسلمانوں کی اجتماعی سوچ کو ایک معین رُخ عطا کر دیا۔ دنیا بھر میں عوامی اور جمہوری دور آ رہا تھا اور اہل علم سمجھ رہے تھے کہ اب حکومتوں کا بننا اور بگڑنا ـــــــــــ عوامی عددی قوت پر ہوگا۔ مسلمانوں نے بھی اس پہلو سے سوچنا شروع کیا تو ہندو قوم کے ساتھ مل کر رہنا' آنے والے دور میں ممکن نظر نہیں آیا۔ ہندو اکثریت میں تھے اور مسلمان اقلیت میں اور یہ فرق تین اور ایک کا تھا اور ہندو ذہنیت بتا رہی تھی کہ وہ مسلمانوں سے انتقام لینے پر تلا ہوا ہے۔ ہندو سیاسی لحاظ سے بھی اور اقتصادی لحاظ سے بھی مسلمانوں کے آگے بڑھنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا تھا۔

1930ء میں مسلمانوں کی عمومی بیداری، علامہ اقبال کا خطبہ صدارت پھر لندن کی گول میز کانفرنسوں میں مسلمانوں کا آزادی اور علیحدگی کے لئے بے لچک موٴقف اختیار کرنا، چونکہ برطانوی سامراج اور ہندو کے مفادات کے خلاف تھا لہٰذا مسلم لیگ اور مسلمانوں کے خلاف ان

دونوں قوتوں نے مشترک لائحہ عمل طے کرلیا۔

برطانیہ ــــــــ ہندو اور مسلمان

برطانوی ہند میں جو بڑی قوتیں کارفرما تھیں وہ تین تھیں۔

1۔ برطانوی سامراج 2۔ہندو اکثریت 3۔مسلمان اقلیت

ان تینوں فریقوں کی اپنی اپنی ایک تاریخ تھی اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے قوموں کے عروج و زوال کے اٹل اصولوں کے لحاظ سے یہ تینوں فریق تاریخ کے بہاؤ میں اپنے اپنے عروج و زوال کے مختلف مراحل میں تھے۔ برطانیہ کی بیداری اور تہذیبی برتری کا سفر پندرہویں صدی سے شروع ہوا تھا اور علمی، سائنسی، صنعتی اور تہذیبی برتری کے مختلف مراحل طے کر کے 1857ء کے بعد دنیا بھر میں واحد سپر پاور کی حیثیت رکھتا تھا۔ مسلمانوں کی خلافت عثمانیہ کا ''مرد بیمار'' کی حیثیت سے زوال جاری تھا جو بالآخر 1924ء میں اپنی منطقی انتہا تک پہنچ گیا۔ برطانیہ نے پہلی جنگ عظیم جیت لی تھی تاہم اس جنگ میں جو بھاری سرمایہ ضائع ہوا اس نے برطانوی حکومت کو اقتصادی لحاظ سے کھوکھلا کر دیا۔

اپنے عروج کی تاریخ میں چھٹی صدی میں قدم رکھتے ہوئے برطانیہ پر اندرونی اضمحلال طاری ہو گیا اور اپنے مقبوضات کو قابو میں رکھنے میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ حقیقت کی نگاہ سے دیکھیں تو اگلے پچاس سالوں پر برطانیہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا اس کے پیشتر مقبوضات نے آزادی حاصل کر لی اور جیسے کبھی مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں کہا جاتا تھا کہ ''سلطنت شاہ عالم از دلّی تا پالم'' اسی طرح اب یہ عالمی سلطنت صرف برطانیہ تک محدود ہو گئی بلکہ اس کے ایک حصہ آئرلینڈ پر بھی اس کا کنٹرول نہیں رہا ہے نصف صدی سے جنگ کی کیفیت ہے۔ اگر عالمی صیہونی قوت سہارا نہ دے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسے زندہ نہ رکھے تو برطانیہ کا وجود ہی باقی نہ رہے۔

ہندو ــــــــ برطانوی ہند میں

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں کشمکش کا دوسرا فریق ہندو تھا۔ ہندو اور مسلمان اگرچہ گزشتہ 1000 سال سے اکٹھے رہ رہے تھے تاہم ان کے اعتقادات، عبادات، رسومات، حلال و

حرام چونکہ علیحدہ علیحدہ تھے اس لئے یہ دو الگ گروہ اور ''قومیں'' ہی تھیں جو جغرافیائی لحاظ سے قریب قریب تھیں۔ ہندو اور مسلم تاریخ کے 1000 سالہ دور میں ہندو عروج و زوال اور مسلم عروج و زوال کے دو معین دھارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ہندو تاریخ میں عروج و زوال کے تین ادوار ہیں۔ تیسرا دور سولہویں صدی عیسوی میں مرہٹہ قوت کی بیداری سے شروع ہو کر آج تک چل رہا ہے۔ جنوبی ہند سے مرہٹہ قوت اٹھی اور یہ مسلمانوں کے خلاف اپنی تہذیب اور ثقافت کے تحفظ کی ایسی زوردار تحریک تھی کہ اورنگ زیب عالمگیر کو اپنے پچاس سالہ دور حکومت میں سے 25 سال جنوبی ہند میں مرہٹہ قوت سے ٹکراؤ میں گزرنے پڑے۔ دوبارہ ساٹھ، ستر سال بعد مغلیہ سلطنت کے زوال کے وقت مرہٹہ قوت نے پھر دہلی آ کر مقابلہ کیا۔ قریب تھا کہ وہ مسلمانوں کی بے عملی، عیاشیوں اور بدمعاشیوں میں پڑ جانے کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کو ختم کر کے سیاہ و سفید کے مالک بن جاتے مشیت ایزدی نے قندھار سے احمد شاہ ابدالی کو اٹھایا جس نے 1761ء میں حملہ کر کے مرہٹہ قوت کو شکست فاش سے دوچار کر دیا (قدرت کو یہی منظور تھا ورنہ احمد شاہ ابدالی اگر مرہٹہ قوت کا پیچھا کر کے فتح کے بعد MOPPING UP OPERATION کے ذریعے مرہٹہ قوت کو ختم کر دیتا تو تاریخ کا دھارا ایک دوسرے رُخ پر بہہ رہا ہوتا۔) 1799ء میں میسور اور بنگال پر قبضے کے بعد انگریز 1803ء میں دہلی تک پہنچ گیا۔ اس وقت ہندو (مرہٹہ قوت) نے اپنی بقا اور ہندومت کے احیاء کے پروگرام کی خیراسی میں سمجھی کہ دو دشمنوں (برطانوی سامراج اور مسلمان دونوں) میں سے ایک سے دوستی کر لینی چاہیے چنانچہ بوجوہ ہندو نے مسلمان دشمنی میں انگریز سے دوستی کر لی اور سابقہ رنجشوں اور شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے انگریز کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔

ہندو قوم کے اس احیاء کے پیچھے بھی دراصل برطانوی توسیع پسندی اور قوموں کو زیر کرنے کے منصوبے شامل تھے۔ ہندومت، جین مت وغیرہ کا مذہبی لٹریچر پہلے کسی کتابی شکل میں نہیں تھا اور اس میں اختلاف بھی بہت زیادہ تھا۔ یورپ میں احیاء العلوم کی تحریک کے نتیجے میں جب برطانوی سکالرز یہاں آئے اور تحقیق و جستجو کے بعد ہندو مذہبی آثار نکالے تو ان کو مدوّن کیا اور مغربی پریس کے ذریعے اس کی اشاعت کا اہتمام ہو گیا ادھر 1600ء میں قائم شدہ ایسٹ

انڈیا کمپنی کے تجارتی روابط جنوبی ہند میں جن قوموں سے زیادہ تھے ان میں پارسی گجرات کاٹھیاوار کے ہندواور بنگال وکلکتہ کے ہندو شامل تھے مسلمان انگریز کے مدمقابل تھے لہٰذا انگریزوں نے بھی مسلمانوں کو آگے بڑھانے میں لیت ولعل کیا اور مسلمان خود بھی انگریز سے متنفر تھا لہٰذا ـــــــــــ ہندوقوم میں مذہبی کتب کے سامنے آنے پر ایک احیائی جذبہ پیدا ہو گیا اور مذہبی ''جنونی کیفیت'' صرف برہمنوں سے نکل کر عام آسودہ حال تاجر پیشہ حضرات اور جدید تعلیم یافتہ طبقات کے ہاتھ میں آ گئی اور آہستہ آہستہ اس میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی۔

اس طرح ہندوکو برطانوی سامراج کے عہد میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیل کر آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ چنانچہ ہندو تجارت، تعلیم اور سیاسی بیداری میں مسلمانوں سے کہیں آگے نکل گیا۔ انگریز کو مقامی حمایت درکار تھی لہٰذا اس نے بھی مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوکو ترجیح دی۔ سرکاری ملازمتوں اور فوج میں ہندو غالب آ گئے، تعلیم کے میدان میں بھی ہندو نے پہل کر کے سبقت لے لی؛ لہٰذا انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے ابتدائی تین عشروں تک پہنچ کر ہندو بیدار اور مستعد تھا۔ جب ہندو کو برطانوی سامراج کی کمزوریاں نظر آئیں تو اُسے ہندومت کے احیاء کی آخری منزل یعنی ہندو ریاست کے قیام، کی منزل بھی قریب نظر آئی۔ تحریک خلافت کے دوران گاندھی کا مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جانا اس خوف کے نتیجے میں تھا کہ انگریز کمزور ہو چکا ہے' اگر مسلمانوں کی پرجوش تحریک کے نتیجے میں سامراج کے قدم اکھڑ گئے تو ہندومت کے اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔ تاہم 1924ء کے لگ بھگ تحریک خلافت کے دب جانے کے بعد ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف دوئی تحریکیں شروع کر دیں: برہموسماج کی تحریک پہلے ہی چل رہی تھی۔ شدھی اور سنگھٹن کی ان تازہ تحریکوں نے مسلمانوں کی عمومی بیداری میں مدد دی اور بہت سارے مسلمان جو آزادی کی تحریک میں ہندومسلم اتحاد کے حامی تھے وہ چونک گئے کہ ہندو کے منصوبے کیا ہیں؟ لہٰذا ایک بہت بڑا طبقہ کانگریس سے کٹ کر مسلم لیگ میں آ گیا جن میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شامل تھے۔

شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا مشن یہ تھا کہ آج کے مسلمان ہندو سے ہی مسلمان ہوئے ہیں لہٰذا ان کو دوبارہ ہندو بنالینا چاہیے ان علاقوں میں جہاں مسلمان دینی علم اور نماز روزہ سے بے

بہرہ تھے وہاں ہندوؤں نے اس میں کافی کامیابیاں بھی حاصل کیں۔اسی مہم جوئی کے جواب میں مسلمانوں میں بھی کام کرنے والے لوگ اُٹھے۔مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کا کام جواب تبلیغ کے نام سے ہورہا ہے اصلاً انہی ہندو تحریکوں کے جواب میں مسلمانوں کو کلمہ نماز سکھانے اور مسلمان رہنے کی تلقین کا کام تھا۔

1920ء کے عشرے میں تحریک خلافت کو دیکھ کر ہی ہندو مرہٹہ قوت نے پھر انگڑائی لی ہے اور ایک تحریک راشٹریہ سیوک سنگھ (RSS) کی تاسیس ہوئی جو ایک MILITANT تحریک تھی اور آج بھی ہے۔(اسی RSS کے کارکنوں نے ہی دسمبر 1992ء میں بابری مسجد شہید کی تھی۔ہندومت کے چار صدیوں کے نظریاتی سفر اور قربانیوں کا پھل انہیں برطانوی سامراج کے واپس جانے کی صورت میں صاف نظر آرہا تھا اور اس نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو وطنی قومیت کے نعرے کے تحت ہندوستان کی آزادی کے لئے کانگریس کے پلیٹ فارم پر جمع بھی کرلیا تھا۔

مسلمان

برطانوی ہند کے سیاسی میدان کے فریقوں میں برطانیہ اور ہندو کے علاوہ مسلمان تھے۔تاریخی تسلسل کے اعتبار سے مسلمان بیداری کے ابتدائی مراحل میں تھے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں سوچ کے دو دھارے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ایک اسلام کی نظریاتی تاریخ ہے اور اس کے سفرِ عروج و زوال کی کہانی ہے۔دوسرے مسلمان بادشاہوں اور امراء و روساء کی تاریخ ہے۔

مسلمان نام والے لوگوں کے عروج و زوال کی تاریخ کو ہی عام طور پر تاریخ اسلام کہا جاتا ہے اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے یہ بات زیادہ صحیح نہیں ہے۔

اسلام ایک نظریہ ہے اور ایمانیات سے عبارت ہے اور ایمان کچھ بدیہاتِ فطرت کی روشنی میں کائنات کے بارے میں چند بنیادی حقائق کے اعتراف کا نام ہے۔اس میں جتنا خلوص ہوگا اتنا ہی ایمان ہوگا اور حقیقی مسلمان وجود میں آئیں گے۔اسلامی روایات کا احترام،قرآن و

سنت پر عمل، انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی کلی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ مسلمانوں میں ایمانی کیفیات کا غلبہ ہو تو یہ اسلام کی ترقی اور پھیلاؤ کی کیفیت ہے اور احادیث مبارکہ میں واضح طور پر اسے زندگی اور اجتماعی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایسے حالات جس میں مسلمانوں میں بے عملی اور بے راہ روی آجائے اور لوگ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں تو اس کیفیت کو قرآن میں اشارے ہیں اور احادیث میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ یہ اجتماعی موت ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو ایسے حالات سے نکالنا امت کا اجتماعی فرض ہے اور اسے ''احیائے اسلام'' کا نام دیا گیا ہے ہماری تاریخ میں کئی شخصیات نے یہ کام کیا ہے اور امت نے انہیں ''محی الدین'' کا لقب دیا ہے۔

جنوبی ایشیا میں ساحلی علاقوں پر اسلام کی کرنیں دورِ رسالت مآب ﷺ اور دور خلافت راشدہ میں ہی پڑنے لگی تھیں اور آسمانی ہدایت پھیلنے لگی تھی۔

وادی سندھ کے میدانی اور شمالی پہاڑی علاقوں میں شاہراہِ ریشم کے ذریعے ہونے والی تجارت میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کے اثرات عام ہو رہے تھے اور چین تک پہنچ رہے تھے تاہم مسلمانوں کی باقاعدہ آمد اور آبادکاری کا سلسلہ 60ھ کے بعد شروع ہوا ہے۔ یہ بنوامیہ کا دور تھا۔ پھر 91ھ میں حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے ذریعے ایک مہم جوئی ہوئی۔ اور اس کے نتیجے میں پوری وادئ سندھ اسلام کے زیرنگیں آگئی بلوچستان کا وسیع علاقہ کوئی فوجی اور سیاسی اہمیت نہیں رکھتا تھا اور یہاں کوئی مستحکم حکومت نہیں تھی تاہم یہ سارا علاقہ بھی بنوامیہ کے زیرنگیں آگیا تھا۔

وادی سندھ میں اسلام کی یہ آمد چونکہ پہلی صدی ہی کی ہے اس لئے اس ''اسلام'' میں ''عربی شان'' اور بعض صحابہ کرام ﷺ کی آمد سے خلوص واخلاص کا بے پناہ سرمایہ اور خیرالقرون کا مزاج تھا اور یہ مناظر آج بھی وادئ سندھ میں جنوب سے شمال تک دیکھے جا سکتے ہیں اور یہی علاقے آج اسلامی تہذیب وثقافت کے گڑھ اور امریکی نقطہ نظر سے عسکریت پسندی اور دہشت گردی کے گڑھ ہیں۔ حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی قائم کردہ حکومت کا پہلا مرکز منصورہ (سندھ)

اور دوسرا مرکز ملتان تھا اور شورکوٹ تک حضرت محمد بن قاسم کا آنا تاریخی حقیقت ہے۔ اسی علاقے میں صحابہ کرام ﷺ کے بعض مزارات کا بھی تذکرہ زبان زد عام ہے۔ اسلام کے ساتھ وادیٔ سندھ (موجودہ پاکستان) کا یہ عروج 1200ء تک مختلف مراحل سے گزر کر جاری رہا جب وادیٔ سندھ کی اسلامی حکومت نے پھیل کر پورے ہند کو اسلام کی ابدی تعلیمات کے سایہ عاطفت میں لے لیا اور اس علاقے کے انسانوں کو ہندو کی حیا سوز اور بے شرم تہذیبی اثرات سے بچا لیا۔ یہ تہذیب 300ء سے لے کر 800ء تک سومنات سے لے کر گوالیا کے علاقوں تک اور مشرق تک پھیلی ہوئی تھی۔ دنیاوی کاروباری مراکز اور قحبہ خانے تو الگ رہے مذہبی عبادت گاہوں کو بھی اس تہذیب نے اپنے حیاء سوز فن تعمیر سے متعفن کر دیا تھا اور بے حیائی اور بدکرداری کے گڑھ بنا دیا تھا قدرت نے بلاوجہ محمود غزنوی کو اٹھا کر سومنات نہیں پہنچایا تھا یقیناً اس کے ذریعے اس حیوانی تہذیب کو لگام دینا مقصود تھا۔'' یہی حال آج مغربی تہذیب کا بھی ہے امریکہ یورپی ممالک اور وہی روائتی ہندو تہذیب آج پھر جوبن پر ہے اس کے آثار اگر چہ ایک صدی قبل سے ہی ظاہر ہونا شروع ہوئے تھے جب علامہ اقبال نے یورپ سے واپسی پر فرمایا تھا

ے تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اور دو عشرے کے بعد فرمایا تھا کہ

ع کیا نہیں ہے غزنوی کارگہ حیات میں

پورے ''ہند'' میں 1206ء میں قطب الدین ایبک سے لے کر 1857ء تک مسلمانوں کا دور حکومت ہے جب برطانوی سامراج نے اس مسلم اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا اس وقت برطانوی سامراج نے مسلمانوں پر ایسی سختیاں کیں اور چن چن کر اہل علم اور لیڈر سب کو مارا کہ اگلے 50 سال تک کوئی قابل ذکر مہم جوئی نہیں ہو سکی۔

دوسری طرف اسلام کی نظریاتی تاریخ ہے مسلمانوں کے سیاسی عروج یعنی مغل اعظم اکبر کے دور میں 1000 ہجری کے قریب مسلمانوں کے نظریاتی زوال کی انتہا ہے کہ ایک مسلمان

بادشاہ نے ہی اسلام کی بساط پلٹ دی اور دین الٰہی جاری کر دیا۔اس موقع پر مشیت خداوندی کے تحت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کھڑے ہوئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے اہل حق نے بھی کام کیا اور اسلام کو زندہ کرنے کی سعی کی ہے۔ سیاسی غلبہ کا عروج وزوال پانچ چھ صدیوں پر محیط ہوتا ہے جب کہ اسلام کے نظریاتی سفر کی تاریخ ایک صدی کے وقفہ سے آگے بڑھتی ہے۔ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا!

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا

''اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال پر ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین میں تجدید کردے گا۔''(ابوداوٗد۔عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی آمد پر اسلام اور اہل ایمان دونوں عروج پر تھے یعنی آپ کے دور مسعود میں مسلمانوں کا غلبہ بھی تھا اور ایمانی کیفیات بھی اعلیٰ ترین درجے میں تھیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا دور ہے اس کے دوران بھی مجموعی طور پر ختم نبوت کے بعد عام انسانی سطح پر جتنا اعلیٰ دور ممکن ہوسکتا ہے وہ تیس سال جاری رہا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوائے ذہنی وجسمانی کے ساتھ روحانی اعتبار سے جو ممکنہ عروج لکھ دیا تھا اس وقت انسان اس سطح پر فائز تھا حضرت محمد ﷺ نے اس حقیقت کو بایں الفاظ سمجھا دیا ہے۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ

''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے''

اسی حقیقت کو جمعوں کے خطبوں میں امت مسلمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ راشد کیلئے یہ الفاظ استعمال کر کے ظاہر کرتی ہے ''افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ'' صاف ظاہر ہے انہی کا دور، نبوت کے بعد افضل ترین دور ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر بندگیٔ رب اور معرفت خداوندی کے اعتبار سے حضرت محمد ﷺ کا دور نسل انسانی کا بہترین دور ہے اس کے بعد دور خلافت راشدہ ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ ادوار ہیں۔آپ ﷺ نے مسلمان امتوں کے بارے میں ایک اہم حقیقت کو یوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

انی لا رجو ان لا تعجز امتی عند ربھا ان یوخر ھم نصف یوم۔ فقیل لسعد و کم نصف یوم قال خمس ما ۃ سنۃ (احمد عن سعد ابن وقاص)

''میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت اپنے رب سے آدھے دن کی مزید مہلت پا لینے سے عاجز نہیں ہو گی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آدھا دن کتنا ہو گا؟ انہوں نے فرمایا پانچ سو سال کا''

مزید برآں آپ ﷺ نے اس امت مسلمہ کی ''عمومی عمر'' کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلدُنیَا سَبعَۃُالَافِ سَنَۃٍ اَنَافِي آخِرِھَا اَلفاً (طبرانی)

''دنیا (کی عمر) سات ہزار سال ہے، میں اس کے آخری ہزار میں ہوں''

یعنی سابقہ امت کو اللہ تعالیٰ نے ایک دن دیا تھا۔ رحمت خداوندی امت محمد ﷺ کو نصف دن یعنی 500 سال اضافہ عطا فرمائیں گے۔ اور قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ہماری لیل و نہار کی گردش کے اعتبار سے ایک ہزار سال بنتے ہیں۔ یعنی

و ان یوما عند ربك کالف سنۃ مماتعدون (22۔47)

''اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب سے ہزار برس کے برابر ہے''۔

گویا آپ ﷺ کے فرمایا کہ اس امت کی زندگی بھی ایک ہزار سال تو ضرور ہو گی ''مجددین امت'' والی حدیث خیر القرون والا ارشاد نبوی ﷺ اور اس حدیث کو بیک وقت سامنے رکھیں تو یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ اس امت کی ''عمر'' اس لحاظ سے اصلاً ایک ہزار سال ہے اور آپ ﷺ کے دور کے بعد درجہ بدرجہ ایمانی کیفیات کا اضمحلال پیدا ہونا یقینی اور تخلیق انسانی کے امتحان کے لئے ضروری ہے اور ہر سو سال کے بعد ''رَأْسِ کُلِّ مِأَۃٍ'' پر ایک مجدد کا تشریف لانا بھی آپ ﷺ کی لسانِ حق ترجمان نے واضح فرما دیا ہے لہٰذا ———— مسلمانوں کی ایمانی کیفیات کے اعتبار سے یہی معتبر ترین تجزیہ ہو سکتا ہے۔ اس پر 500 سال کا اضافہ ہو گیا۔

حکمت خداوندی دیکھئے ———— پہلے ہزار سال میں امت میں جو مجددین آئے ہیں اور انہوں نے تجدید دین اور احیائے دین اسلام کا کام کیا ہے وہ سب کے سب مشرق

وسطی کے اسلامی مراکز میں آئے ہیں اور اپنے حصے کا کام سرانجام دیا ہے۔ جب ایک ہزار کے بعد دوسری ہزاری شروع ہوئی تو حکمت خداوندی نے اس 'قرعۂ سعادت' کے لئے مشرق کی سرزمین اور مسلمانانِ ہند کو سارے عالم اسلام سے منتخب فرمالیا۔

ع یہ نصیب اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے

اس بے مثال اور باعث صد افتخار سعادت کا مظہر یہ ہے کہ گیارہویں صدی میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ آئے اور اس کے بعد جس قدر دین کا بنیادی کام یہاں ہوا ہے اور عملاً آج تک علم دین اور خدمت دین کی نسبت سے جتنی کوششیں یہاں ہوئی ہیں اتنی عالم اسلام میں کہیں اور نظر نہیں آئیں یعنی دوسری ہزاری کے آغاز کے بعد مجددین امت کا سلسلہ سرزمین ہند سے جاری ہوا ہے اور اس کا فیض باقی عالم اسلام تک پھیلا ہے۔

1000 ہجری کے بعد مجددین امت اور احیائے اسلام کا کام ایک خاص حکیمانہ ترتیب اور منطقی انداز میں آگے بڑھا ہے یہ سلسلہ' حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، محی الدین اورنگ زیب، شاہ ولی اللہ، تحریک شہیدین، مولانا فضل حق خیر آبادی، شیخ الہند حضرت محمود حسن، ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال اور مولانا مودودی رحمہم اللہ تک پھیلا ہوا ہے۔

ہند میں تجدید دین کا کام ــــــ دعوت رجوع الی القرآن

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے تصوف کے میدان میں موجود خرابیوں کی اصلاح فرمائی اور احیائے سنت کا علم بلند کیا۔ احیائے سنت کا لازمی نتیجہ شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل درآمد تھا۔ آپ نے ردِّ روافض (یہ فکر ہمایوں کے ساتھ آنے والے لشکر کے ذریعے ایران سے درآمد ہو کر مقتدر طبقات میں پھیل رہا تھا) پر بھی کام کیا اور اکبر کے باطل نظریات اور بالخصوص اکبر کے دین الٰہی کا مدلل ابطال کیا اور اس طرح اسلام کے خلاف خوفناک سازش کا قلع قمع کردیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے علم حدیث کو زندہ کردیا اور عملی زندگی میں قرآن وحدیث کے دلائل پر موقف رکھنے پر توجہ فرمائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے شریعت اسلامی کا نفاذ کردیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے قرآن پاک کی طرف متوجہ فرمایا، قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا، حجۃ اللہ البالغہ لکھی اور

اسلامی ریاست کے خدوخال واضح فرمائے اور ایک فلاحی اسلامی ریاست کا تصور دیا۔ احیائے اسلام وتجدید دین کا یہ جذبہ تحریک شہیدین اور جنگ آزادی سے ہوتا ہوا تحریک پاکستان تک پہنچا۔ شیخ الہند محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال نے مسلمانوں کی آزادی اور بیداری کیلئے بڑا کام کیا علامہ اقبال نے اپنے کلام کیساتھ اپنے خطبات مدراس میں اسلامی فکر کی تجدید اور اسلامی ریاست کا فکری جواز سامنے رکھ دیا (یہ خطبات "RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM" کے نام سے مطبوعہ ملتے ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں- علامہ اقبال رجوع الی القرآن اور اسلام کے انقلابی فکر کے سب سے بڑے داعی تھے۔ انقلابی فکر سے مراد اسلام کا غلبہ اور نظام خلافت کا قیام ہے۔)

علامہ اقبال اور اسلامی ریاست پاکستان

علامہ اقبال نے 1930ء کے خطبہ الہ آباد میں مسلمانانِ ہند کے لئے جس علیحدہ وطن کا تصور دیا تھا وہ اس کے سارے تقاضے سمجھتے تھے۔ بالخصوص اس نئی سلطنت میں نظام تعلیم سے اپنی افکار کو خوب واضح فرمایا اور اس ضمن میں اکبرالہ آبادی کے مشاہدات کو بہت صائب سمجھتے ہوئے انہیں اپنا ''مرشد'' قرار دیا۔ اس پہلو سے بعد میں ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے کام کیا آپ عرصے تک اقبال اکامی کے پہلے ڈائریکٹر بھی رہے اسلامی تعلیم کے لیے عملی کوششیں بھی کیں ہیں علامہ اقبال کے نزدیک دوسرا کام فقہ اسلامی کی تدوین نو تھی جس کے لئے انہوں نے کوششیں کیں مگر یہ کام نہیں ہوسکا اور آج تک سرانجام نہ دے سکنے کی وجہ سے نافذ نہیں ہوسکا۔

مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح

مسلم لیگ 1906ء میں ڈھاکہ میں قائم ہوئی مگر تین دہائیوں میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکی۔ علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کے بعد مسلم لیگ کو ایک منزل نظر آئی اور ''کرنے کا کام'' محسوس ہوا تو اس کیلئے ایک فعال شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مسلم لیگ کے بانی صدر آغا خان سوم تھے جو اس وقت تاج برطانیہ کی پریوی کونسل میں جا چکے تھے جہاں برطانیہ سے لڑکر آزادی کے لئے کام کرنا ناممکن تھا۔ مسلمانانِ ہند پر علامہ اقبال کا یہ دوسرا احسان ہے کہ انہوں نے ''تحریک پاکستان'' کیلئے ایک فعال اور باکردار شخصیت محمد علی جناح جو بعد میں قائداعظم

کہلائے انہیں ڈھونڈ نکالا اور انگلستان سے واپس بلا کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کرلیا۔ قائداعظم کے لئے علامہ اقبال کے الفاظ یہ تھے کہ پورے ہند میں وہ واحد مسلمان رہنما ہے جو IN CORRUCTABLE اور NON-PURCHASEABLE ہے۔

1935 ء میں تاج برطانیہ نے ''ہند'' میں صوبائی حکومتوں کے قیام کے لئے قانون سازی کی اور الیکشن منعقد ہوئے۔ کانگریس نے بہت سارے صوبوں میں حکومتیں بنائیں اور مسلم لیگ نے مسلم اکثریت کے علاقوں میں کامیابیاں حاصل کیں۔ کانگریس نے اپنی حکومتوں میں ایک ہندو ذہن کو بروئے کار لاتے ہوئے اقدامات کئے جس سے عام مسلمانوں کو متحدہ قومیت کی تشریح کرنے میں آسانی پیدا ہوئی اور مسلمانوں کا مسلم لیگ کی طرف عوامی رجوع ہوگیا۔ مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی قائداعظم نے پیرانہ سالی کے باوجود انتھک محنت کی اور پورے ہند کے دورے فرمائے اور مسلمانوں کے علیحدہ وطن، دوقومی نظریہ اور اسلامی ریاست کے خدوخال پر اظہار کر کے مسلم لیگ کو ایک فعال اور متحرک جماعت میں بدل دیا چنانچہ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان پیش ہوکر منظور ہوئی۔ (جہاں اب مینار پاکستان ہے) اس قرارداد کے ذریعے مسلمانوں کا تشخص بحال ہوگیا اور عوامی سطح پر اعتماد کی فضا پیدا ہوئی اور مسلم لیگ کے لئے ایک واضح مشن کی سمت متعین ہوگئی۔

عالمی سطح پر دوسری جنگ عظیم 1939ء میں چھڑ گئی تھی اور ملک کا عمومی ماحول کشیدہ تھا اور ایک طرح کی ایمرجنسی نافذ تھی تاہم مسلم لیگ کے تحت یہ کام ایسے زور وشور سے ہوا کہ جنگ کے بعد دوبارہ سیاسی سرگرمیاں بحال ہوئیں اور الیکشن ہوئے تو مسلم لیگ نے بے مثال کامیابیاں حاصل کیں اور مجموعی طور پر مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت بن کر ابھری حتیٰ کہ ہند کی مرکزی حکومت میں مسلم لیگ نے نمائندگی حاصل کر لی اور قائد ملت لیاقت علی خان وزیر خزانہ بنے اور اپنے فرائض خوب ادا کئے جس سے مسلم لیگ کی نیک نامی میں اضافہ ہوا۔ اب انگریز کے لئے مسلم لیگ کو دور رکھ کر ''ہند'' کی آزادی کا یک طرفہ فیصلہ ممکن نہیں رہا تھا۔

جنگ عظیم دوم (1939ء۔1945ء) کے اثرات

1۔ یہ جنگ برطانیہ، اس کے اتحادیوں اور جرمنی اور اس کے اتحادیوں کے درمیان عالمی

سطح کی جنگ تھی جس میں جرمنی ہار گیا۔ جرمنی کو برطانوی سامراج اور صہیونی قوتیں اپنے مقاصد کے حصول کی رکاوٹ سمجھتی تھیں۔ پہلی جنگ عظیم میں شکست کے باوجود دوعشروں بعد پھر عالمی سیاست میں دخیل ہوگیا تھا اور راستے کا پتھر بننے لگا تھا۔ لہٰذا ــــــــــــ اس بار سزا کے طور پر جرمنی کو دو حصوں میں کر دیا گیا۔

برطانوی سامراج اب 'بوڑھا' ہو چکا تھا اور انتظامی کمزوریوں اور سلطنت کی وسعت کے باعث اب 'مقبوضہ' علاقوں کا براہ راست انتظامی کنڑول ناممکن تھا۔ آزادی کی تحریکیں سر اُٹھا رہی تھیں۔ لہٰذا ــــــــــــ سامراجی طاقتوں کے پیچھے صہیونی مافیا نے اپنا انداز حکمرانی بدل لینے کا فیصلہ کر لیا اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادی جیت تو گئے مگر اس جنگ میں اتنا بے پناہ سرمایہ اور وسائل خرچ ہوئے کہ ہارنے والی قوموں اور جیتنے والوں کا نقصان برابر برابر کا تھا۔ کروڑوں آدمی زخمی ہوئے اپاہج ہوئے اور مارے گئے اور اربوں کی املاک کا نقصان ہوا۔ برطانوی سامراج ــــــــــــ جنگ کے بعد اس قابل نہیں تھا کہ عالمی معاملات کنڑول کر سکے۔

2۔ امریکہ عالمی سیاست سے دور ایک ملک تھا جو USA کی حیثیت سے صہیونی قوت اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں (WHITE ANSLO-SEXAN PROTESTANTS) کی مٹھی میں تھا۔ یہودی وہاں کے معاملات میں آغاز سے ہی حد سے زیادہ دخیل تھے۔ سائنسی ترقی، اقتصادیات اور عوامی بہبود میں وہ یورپی ممالک سے کہیں آگے تھا۔

پھر میڈیا نے بے پناہ ترقی کر لی تھی۔ 1892ء میں سینما ایجاد ہو کر دنیا بھر میں پھیل چکا تھا۔ اور امریکہ کے ہالی وڈ ہی کی بنی ہوئی فلمیں ساری دنیا میں مقبول تھیں۔ فون سے بات چیت آسان ہوگئی۔ ریڈیو سے عالمی سطح پر خبروں کی ترسیل میں رکاوٹ دُور ہوگئی۔ 1920ء کے عشرے میں ہوائی سفر کا آغاز ہو چکا تھا (کراچی میں پہلا ہوائی جہاز 1933ء میں اترا تھا) 1933ء ہی میں امریکہ میں رنگین ٹی آ چکا تھا اور امریکی میڈیا 1940ء کے عشرے میں ہمارے آج کے میڈیا کے آگے تھا۔

سائنسی ترقی میں دیکھیئے تو 9/11 کے حادثے میں گرنے والی 102 منزلہ عمارتیں 1923ء میں تعمیر ہو چکی تھیں۔ امریکہ نے ایٹم بم بنا لیا تھا۔ عالمی صہیونی طاقتوں کو زعم ہو گیا تھا کہ

اب براہ راست سامنے آنے کا وقت ہے اور اسرائیل کے قیام کا منصوبہ بروئے کار لانا ضروری ہے لہٰذا ــــــــــ امریکہ کو اس جنگ میں مصنوعی طور پر گھسیٹ لیا گیا۔ 1941ء میں نیویارک کی 'پرل ہاربر' پر جاپانیوں نے حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت امریکہ کو ایٹم بم ٹسٹ کرنے کا موقع مل گیا ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر امریکہ نے اپنی بربریت کا ثبوت سامنے رکھ دیا۔ (اس واقعہ کی حقیقت 9/11 کے حادثہ جیسی ہی تھی جس کے نتیجے میں امریکہ، عراق، افغانستان پر چڑھ دوڑا اور افغانستان کو تو ہیروشیما بنا ہی دیا، عراق پر بھی کارپٹ بمباری کر کے تباہ کر دیا)۔

جنگ کے خاتمے پر امریکہ نے سب سے زیادہ فائدہ بھی اٹھایا اور عالمی کنٹرول بھی حاصل کر لیا۔ 1945ء میں جنگ کے خاتمے پر UNO بن گئی جس کا مرکز نیویارک قرار پایا۔ تا کہ امریکہ بہادر کے زیر نگرانی کام ہو۔ ورلڈ بنک (WB) اور عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) وجود میں آ گئے۔ تا کہ آئندہ ملکوں کو براہ راست وائسرائے بھیج کر کنٹرول کرنے کی بجائے مالیاتی لحاظ سے کنٹرول کیا جائے۔ اب گویا قرضوں کی جنگ کا آغاز ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔

3۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر برطانیہ کے لئے ہندوستان پر قبضہ برقرار رکھنا ممکن نہ رہا۔ اور اندرونِ خانہ 'مقبوضہ ممالک' کی قسمت سے کھیلنے کا طریق کار بھی بدل گیا تھا لہٰذا برطانیہ نے ہند کی آزادی کے لئے تیزی سے اقدامات کرنے شروع کر دیئے۔

عالمی صہیونی قوتیں ساری دنیا کو کنٹرول کرنے کے جو خواب دیکھتی تھیں ان کے راستے میں پہلے عظیم عثمانی سلطنت اور اس کے خاتمے کے بعد ہند کے مسلمان رکاوٹ تھے۔ دنیا بھر کے مسلمان بالعموم اپنے مذہبی مزاج اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت پر پختہ ایمان رکھنے کی وجہ سے صہیونی منصوبوں کے راستے کا پتھر بنے ہوئے تھے۔ تاہم 1600ء کے بعد کا تجدیدی کام مسلمانانِ ہند کے اس بے مثال جذبے کی بنیاد تھا۔

لہٰذا ــــــــــ آزادی ہند میں صہیونی قوتیں یہ چاہتیں تھیں کہ مسلمان ہندو کے زیر اثر رہیں اور متحدہ ہندوستان آزاد ہو۔ کانگریس انگریزوں کے اس منصوبے میں پوری طرح فٹ تھی۔ جب کہ مسلم لیگ اس راستے کی رکاوٹ تھی اور علامہ اقبال کی شاعری نے جو بیداری کی

لہر پیدا کر دی تھی وہ آزادی سے کم پر مطمئن نہیں تھی لہٰذا ــــــــــــ برطانیہ کو شملہ کانفرنسیں، گاندھی قائداعظم ملاقاتیں، کیبنٹ مشن پلان کے ذریعے ناکامی کے بعد جون 1948 میں آزادی ہند کا یک طرفہ اعلان کرنا پڑا۔

ابلیسی صیہونی یہودی منصوبہ

عالمی صیہونی طاقتیں عرصے سے یروشلم میں اپنے لئے وطن کی خواہش مند تھیں اور اپنے طویل دور انتشار کے بعد اسرائیل کے قیام کے لئے سرگرم تھیں۔ انیسویں صدی میں کئی ایجادات سے یہودیوں کو احساس ہو گیا تھا کہ اب اسرائیل کا قیام ممکن ہے۔

چنانچہ 1897ء میں پہلی عالمی یہودی کانگریس سوئزرلینڈ میں BASEL کے مقام پر ہوئی اور کئی برسوں تک سالانہ منعقد ہوتی رہی اس سلسلۂ کانفرنسوں میں عظیم یہودی لیڈر' نے یہود کے لئے ایک علیحدہ وطن ــــــــ اسرائیل ــــــــ کے قیام کا منصوبہ پیش کیا اور مشہور صیہونی PROTOCOLS منظور ہوئے۔ اس منصوبہ میں اسرائیل کے قیام کے لئے عالمی سطح پر بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص سیمینار، کھیل کود، ٹی وی، ریڈیو، گانا بجانا، کرکٹ، بدکاری بدمعاشی، بے حیائی اور شراب وغیرہ کے ذریعے قیادتوں اور اہم لوگوں کو ساتھ ملا کر اپنے حق میں فیصلے کرانے اور اپنے مقاصد کے حصول کی راہ ہموار کرنا تھی۔

علامہ اقبال پہلے ہی اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' (1936ء) میں کہہ چکے تھے کہ ابلیس، صیہونی منصوبہ سازوں اور برطانوی سامراج کو اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں سے ہے۔

ے ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو

ے جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

برطانوی ہند میں تحریک پاکستان کی وجہ سے آزادی ہند کی صورت میں پاکستان کا مطالبہ زوروں پر تھا جسے دبانا برطانیہ کے لئے ممکن نہیں تھا۔ آزادی کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔ ادھر دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کے قیام کے امکانات پوری طرح نظر آ رہے تھے اور UNO

کے ذریعے اس کے قیام کے سلسلے میں تیز ترین رفتار سے پیش رفت کر کے اس کو ممکن بنا دیا گیا تھا۔

لٰہذا ـــــــــــ جون 1948ء سے برطانوی ہند کی آزادی کی تاریخ بدل کر اگست 1947ء کر دی گئی اور جون 1947ء کو اس کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ اس وقت کی برطانوی حکومت (لیبر پارٹی اور وزیراعظم برطانیہ) دونوں قائداعظم اور مسلم لیگ کے خلاف تھے مگر ـــــــــــ قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت اور مسلمانوں کی عمومی بیداری کی وجہ سے برطانیہ کو تقسیم ہند کے منصوبہ کو بہرصورت منظور کرنا پڑا۔

ہندو بھی 'عظیم تر ہندو راج' کے خواب دیکھ رہا تھا اور اپنے طور پر کابل سے راس کماری تک پورا علاقہ متحد رکھ کر مسلمانوں کو زیر رکھنے کا خواہش مند تھا۔ تاہم دو وجوہات سے کانگریس کی قیادت کو بھی قائداعظم کا پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا۔

1) 1940ء کی دہائی میں روس (USSR) ایک مضبوط سوشلسٹ ریاست کے طور پر ابھرا تھا اور نظریاتی طور پر سوشلزم اور کیمونزم تیزی سے جغرافیائی سرحدوں کو پھلانگ کر دنیا کے مختلف ممالک کو ''مفتوح'' بنا رہے تھے۔ کانگریس نے اس وقت تو بحرۂ عرب سے لے کر چین تک 'پاکستان' کی شکل میں ایک دفاعی بلاک، روس کے سامنے کر دیا اور روسی نظریاتی یلغار سے بچنے کا ممکنہ انتظام کر دیا۔

2۔ نہرو ـــــــــــ قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت سے خائف تھا قائداعظم کا بے داغ کردار اور قوت استدلال ایسی تھی کہ کانگریس کی قیادت کو احساس تھا کہ اگر ایسا شخص متحدہ ہند کی پارلیمنٹ میں لیڈر آف دی اپوزیشن ہو ـــــــــــ تو ان کے لئے خودکشی کے سوا چارہ نہیں ہوگا۔ لٰہذا دیگر اسباب کے ساتھ ان دو وجوہات کے پیش نظر ہندو نے بھی متحدہ قومیت کے نعرہ کے باوجود بھارت ماتا کے ٹکڑے ہونا گوارا کر لیا اور گاندھی جی بھی ـــــــــــ ''پاکستان میری لاش پر بنے گا'' کہنے کے باوجود نامعلوم کیوں خاموش رہ گئے۔

3۔ 3 جون 1947ء کے اعلان کے بعد تقسیم کے منصوبے پر تیزی سے عمل درآمد شروع ہوا۔ مسلم اکثریت کے علاقوں کے تعین اور تفصیلی نقشہ جات کی تیاری کے لئے ایک باؤنڈری

کمیشن بنایا گیا جس میں برطانیہ اور ہندو نے بے جامداخلت کر کے پاکستان کو کئی مسلمان اکثریتی علاقوں سے محروم کر دیا بنگال اور پنجاب کو تقسیم کر دیا گیا اور بعض علاقے ایسے دیے کہ پاکستان کو بھارت کے زیردست رہنا پڑے۔

''کشمیر'' کا علاقہ جان بوجھ کر متنازعہ بنا دیا گیا۔ طے پایا تھا کہ ریاستوں کے بارے میں ان کے سربراہ فیصلہ کریں گے کہ وہ بھارت کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں تاہم اس میں بھی برطانیہ اور بھارت نے بدترین بددیانتی کا ثبوت دیا۔ مہاراجہ کشمیر کے ساتھ ملی بھگت کر کے دہلی بلایا اور دباؤ ڈال کر کشمیر پر قبضہ کرلیا۔ جونا گڑھ کے نواب پاکستان آ گئے تھے۔ مگر پھر بھی اس پر غاصبانہ قبضہ آج تک جاری ہے حیدرآباد (دکن) کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ جس رات قائداعظم محمد علی جناح کا انتقال ہوا (مسلمان ان کے سوگ میں مبتلا تھے کہ بھارت نے پولیس ایکشن کے ذریعے ریاست حیدرآباد پر قبضہ کرلیا)

تقسیم ہند کے موقع پر سب سے افسوسناک واقعہ ہوا کہ ہندو نے خود بھی اور سکھوں کے ذریعے ان مسلمان علاقوں میں جہاں سے مسلمان ہجرت کر کے پاکستان آنے والے تھے فسادات کرا دیئے اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد سب ان کی سنگینوں کا نشانہ بن رہے تھے جو گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے ان کا پیچھا کر کے قتل کر دیتے تھے ٹرینوں کو آگ لگا دیتے تھے۔ حملہ کر کے قافلوں کو لوٹتے تھے اور قتل عام کرتے تھے۔

یہ صحیح ہے کہ آزادی خون کے بغیر حاصل نہیں ہوتی تاہم یہ صبح آزادی تو عجیب قسم کی تھی کہ برطانیہ سے آزادی کا پروانہ مل گیا مگر ———— آزاد ہونے والے دوسرے فریق کو دل سے مسلمانوں کا یوں ہندو کی دست برد سے بچ نکلنا برداشت نہیں تھا اور پاکستان کا علیحدہ ریاست کے طور پر منصۂ شہود پر آ جانا ان کو نفسیاتی اور داخلی طور پر بے چین کیئے ہوئے تھا تاریخ انسانی کا یہ منفرد واقعہ 14 اگست 1947ء کو وقوع پذیر ہوا کہ دنیا کی عظیم ترین مسلم ریاست ''پاکستان کے نام ہے دنیا کے نقشہ پر ابھری جو اس وقت دو حصوں پر مشتمل تھی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان درمیان میں ازلی دشمن بھارت کا وسیع علاقہ حائل تھا یہ علاقہ 1000 میل چوڑا تھا۔

(16)

20 قد آور شخصیات پر سیمیناروں کا سلسلہ

امام الاولیاء والعلماء، مجاہد آزادی

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

1233ھ 1818ء--1317ھ 1899ء

انجینئر مختار فاروقی

آپ بہت بڑے بزرگ، ولی کامل، صوفی اور عالم دین تھے۔ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، والد کا نام حافظ محمد امین تھا، نسب کے لحاظ سے فاروقی تھے۔ والد نے امداد حسین نام رکھا لیکن مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی نے امداد حسین کی بجائے امداد اللہ کے نام سے نوازا۔ تاریخی نام ظفر احمد ہے۔ ابھی سات سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے گھر والوں نے آپ کی پڑھائی پر کچھ خاص توجہ نہ دی۔ خود تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ بعض رکاوٹیں ایسی آئیں جو قرآن مجید حفظ کرنے میں مانع رہیں۔ سولہ سال کی عمر میں مولانا مملوک علی نانوتوی (جن سے آپ کا ننھیالی تعلق تھا) کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا اور اسی زمانہ میں چند مختصرات فارسی اور کچھ صرف ونحو کی تحصیل کی۔ مشکوۃ شریف کا ایک ربع مولانا محمد قلندری محدث جلال آبادی سے پڑھا اور ''حصن حصین''، و''فقہ اکبر'' مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھی۔ اس زمانہ میں آپ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں' لیکن جلال کی وجہ سے قدم آگے نہیں بڑھتا۔ اچانک ان کے جد امجد حضرت بلاقی تشریف لائے اور ہاتھ پکڑ کر آنحضورﷺ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آنحضورﷺ نے ہاتھ لے کر حضرت میاں جیوؒ کے حوالے کر دیا۔ اس خواب کے بعد ایک عرصہ تک اضطرار کی حالت میں رہے۔ کئی سال بعد ان کے ایک استاد مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی۔ حضرت میاں جی نور محمد

جھنجھانوی کی خدمت میں لے گئے۔ چنانچہ ایک مدت تک حضرت میاں نجیوؒ کی خدمت میں رہ کر ریاضت ومجاہدہ کے بعد سلوک کی تکمیل فرمائی اور خلافت عطا ہوئی۔1262ھ/1844ء میں زیارت حرمین شریف سے مشرف ہوئے۔ارکان حج کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ میں شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے ہاں قیام کیا اوران سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ اقدس پر حاضری دی اور دل کو تسکین نصیب ہوئی۔واپسی میں چندروز مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور 1262ھ/1846ء میں وطن واپس لوٹے۔حج سے واپسی کے بعد اپنے پیر بھائی حافظ محمد ضامن کے شدید اصرار پر بیعت لینا شروع کی۔علماء میں سب سے پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی نے بیعت کی۔ان کے علاوہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی آپ کے بھانجے،مولانا محمد اشرف علی تھانوی،مولانا احمد حسن کانپوری،مولانا محمد حسین الہ آبادی،مولوی صفات احمد غازی پوری،مولوی محمد شفیع،مولانا فیض الحسن سہارنپوری،مولانا محمد افضل ولائتی،مولانا عبدالسمیع بیدل،مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی شیخ الہند مولانا محمود الحسن،مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ ہم نے بیعت کی۔علماء میں سے آپ کو مولانا قاسم نانوتوی سے خاص تعلق تھا۔آپ کہا کرتے تھے کہ جس طرح مولانا رومؒ شمس تبریز کی زبان ہیں'اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قاسم نانوتوی کو میری زبان بنایا ہے۔

مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے بڑا پُر آشوب زمانہ پایا۔ برطانوی سامراج کا تخت دہلی پر قبضہ ـــــــــــ تحریک شہیدین ـــــــــــ سکھ دور حکومت، 1857ء کی جنگ آزادی میں سرگرم حصہ ـــــــــــ مگر تحریک آزادی کی ناکامی،مسلمان زعمار، نوابین، رؤساء اور سرگرم مجاہدین کی گلی گلی پھانسیاں اور چوکوں، چوراہوں میں درختوں پر لٹکتی لاشیں ابھی بھولی نہیں تھیں کہ 1860ء میں برطانوی سامراج کا پورے ہند (طورخم سے راس کماری تک) پر قبضہ ہوگیا اور اسلامی قوانین کے بجائے ظالمانہ استبدادی قانون رومن لاء کو بصورت تعزیرات ہند نافذ کر دیا گیا۔مزید برآں مسلمانوں کی عملی،علمی، اقتصادی اور سیاسی پس ماندگی' جبکہ ہندو کی بیداری انگریزوں سے دوستی،مغربی علوم کے حصول میں پیش قدمی،تجارت وصنعت میں سرگرمی سے حصہ اور سرکاری ملازمتوں، بیوروکریسی، عدلیہ، پولیس اور فوج میں بھرتی کی سبقت، ہندو کی عمومی خوش حالی اور مسلمانوں کی زبوں حالی اور کسمپرسی کا نقشہ جگر خون کرنے کے

لئے کافی تھا۔

1860ء میں برطانوی سامراج نے 1857ء کی تحریک آزادی کے بعد طویل منصوبہ بندی کر کے انتظامی اصلاحات کیں اور پورے ہند کا انتظامی کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ صوبے، ضلع اور تحصیل کی سطح پر عدالتیں قائم ہوئیں۔ قانون ضابطہ فوجداری و دیوانی نافذ ہوا، جج مقرر ہوئے، تھانہ پولیس کچہریوں کا نظام نافذ ہوا۔ ملکہ وکٹوریہ کے یہ الفاظ بڑے مشہور ہیں کہ اس نے 1860ء کے لگ بھگ مسلمانوں کو جہادی سرگرمیاں ختم کرنے کو کہا تھا:

WOULD YOU LIKE TO BE GOVERNED BY SWORD OR BY PEN.

حقیقتاً سامراج کے خلاف سرگرم مزاحمت نے عمومی طور پر دم توڑ دیا اور سامراجی جبر کی حکمرانی کا آغاز ہوا۔ اگرچہ یہ قانون ہند کے باسیوں، محکوم عوام اور غلاموں کو قابو میں رکھنے کا قانون تھا۔ مگر پھر بھی مجاہدین نے کئی علاقوں میں جزوی طور پر عرصے تک انگریز کے ناک میں دم کئے رکھا اسی لئے اس نے ریلوے کے نظام کو وسعت دے دی تاکہ ہر علاقے میں بروقت فوجی کاروائی کی جاسکے۔ (1930ء تک جتنے پل اور بیراج بنے ان پر دونوں طرف مسلح چوکیاں بنائی جاتی تھیں تاکہ مقامی مزاحمت کا مقابلہ کیا جاسکے۔ سندھ میں حُرّوں نے 1941ء تک انگریزوں کو پریشان کئے رکھا ہے)۔

تاہم ________ مسلمانوں میں صف اوّل کی ساری قیادت کے پھانسی پاجانے یا مارے جانے یا کالے پانی کی جلاوطنی کی سزا پانے کی وجہ سے طویل عرصے تک مسلمانوں میں کوئی قیادت نہیں ابھر سکی۔

1860ء سے 1900ء کا عرصہ وہ ہے جس میں برطانوی ہند میں قبرستان کی سی خاموشی چھائی رہی۔ انگریزی نظام کے ذریعے مغربی تعلیم کا رواج عام ہو گیا اور اسی کے ذریعے ملازمتوں کا حصول ممکن تھا۔ مسلمان اس سے بالعموم دور رہے۔ سرسید احمد خان نے اس سلسلے میں مسلمانوں میں کام کیا اور انہیں مغربی علوم پڑھنے اور تعلیم کے حصول پر آمادہ کیا' ایک طرف 1867ء میں علی گڑھ کا پرائمری مدرسہ قائم ہوا جو بعد میں ترقی کرتا ہوا کالج بنا اور پھر یونیورسٹی بن

گیا اور دوسری طرف دیوبند میں 1867ء میں انار والی مسجد میں ایک استاد اور ایک شاگرد سے دارالعلوم دیوبند کی ابتدا ہوئی جو بعد میں ترقی کر کے جامعہ ازہر (مصر) کے پائے کا مرکز بن گیا۔ علماء کے زیر اثر مجاہدین آزادی نے دیوبند کا راستہ اختیار کیا اور انگریز دشمن کی پالیسی اپنائے رکھی۔

1885ء میں ایک انگریز نے ہی برطانوی ہند کے عوام کے حقوق کے لئے آل انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی، اسی دور میں ملک میں بلدیاتی نظام رائج کیا گیا اور الیکشن کے ذریعے مقامی سطح کے مسائل ان کے سپرد کر دیے گئے۔ کانگریس میں ابتدا میں ہندوں کے علاوہ پارسی اور آغاخانی زیادہ سرگرم ہوئے یہی قومیں برطانیہ کی بحری تجارتی سرگرمیوں کے ناطے برطانوی لوگوں کے زیادہ قریب تھیں مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہی۔

تحریک شہیدین اور جہاد آزادی 1857ء کے بعد دیوبند کے مزاج کو دیکھ کر انگریز نے مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ ختم کرنے کے لئے ایک فتنہ کھڑا کر دیا۔ ویسے تو مغربی تعلیم کی آڑ میں آزادئ نسواں، مخلوط تعلیم، مغربی حکمرانوں اوران کے زیر اثر مقامی حکام اور اعلیٰ طبقات کی طرز بود و باش اور عورتوں کی بے لباسی ہی ہر مسلمان کو اپنے طرف متوجہ کر کے مزاحمت اور جہاد کا راستہ اختیار کرنے سے ہٹا دینے کے لئے کافی تھی۔ تاہم ———— مذہبی مزاج کے مسلمانوں کے لئے انگریز اور صہیونی منصوبہ سازوں نے پنجاب کے ایک دیہات سے مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ کھڑا کر دیا اور اس سے نبوت کا دعویٰ کروادیا اور جہاد کے خاتمے کا فتویٰ جاری کروا دیا۔ جس پر مسلمان علماء نے اس کا بھرپور تعاقب کیا اور آج تک کر رہے ہیں۔ لیکن اس سے سامراج کے منصوبے اور ذہن کے پڑھنے میں اہل علم کو دقت نہیں ہوتی کہ سامراج جہادی سرگرمیوں سے کس حد تک پریشان ہے۔

(یہی جہادی سرگرمیاں آج بھی صہیونی دماغوں اور اس کے آلہ امریکی گماشتوں کو پریشان رکھتی ہیں اور آج کے ''مجاہد'' کو دہشت گرد سمجھا جاتا ہے۔ ''مجاہدین'' کو بدنام کرنے کے لئے ہر ''بم دھماکہ'' اور ''تباہی کا منصوبہ'' انہیں کے سر دھوپ دیا جاتا ہے تاکہ عمومی طور پر ہر مسلمان (عوام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ) ———— مجاہدین سے متنفر ہو جائے اور ان مجاہدین کی BASE یعنی عوامی حمایت ختم ہو جائے۔)

برطانوی سامراج اور عیسائیت کی تبلیغ

برطانوی سامراج نے شروع سے ہی سرکاری دفاتر میں عیسائیت کی تبلیغ کا آغاز کر دیا تھا اور تحریک آزادی کے بعد تو کھلے عام عیسائی مبلغین مسلمان علماء کو دعوتِ مناظرہ اور دعوتِ مباہلہ دیتے تھے اور چیلنج کرتے تھے عام علماء اس کا جواب نہ دے پاتے تھے جس سے وہ دلیر ہو گئے تھے۔ ایک پادری فنڈر کلکتہ سے روانہ ہوا اور شہروں، قصبوں اور آبادیوں میں چیلنج کرتا ہوا بالآخر ———— دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو چیلنج کر رہا تھا۔

اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے مصنف سید قاسم محمود صاحب (مولانا حافظ ولی اللہ صاحب (وفات 1878ء) خطیب بادشاہی مسجد لاہور اور مسجد وزیر خان لاہور نابینا عالم، مناظر اسلام اور مسیحیت کے عالم، کے حالات کے میں) ایک مناظرے منعقدہ لاہور (1870ء کے قریب) کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

> حافظ ولی اللہ کے ایک مناظرے کا ذکر درج کیا جاتا ہے۔ لاہور میں پادری فونڈر نے چیلنج کیا کہ وہ مسلمانوں کے علماء سے مناظرہ کرنا چاہتا ہے۔ سرائے سلطان لاہور عظیم اجتماع ہوا۔ تین روز تک مناظرہ ہوتا رہا۔ حافظ ولی اللہ ان دنوں لاہور سے باہر تھے۔ واپس آئے تو آتے ہی کہنے لگے کہ مجھے مناظرے کے میدان میں لے چلو۔ آپ وہاں پہنچے تو مجمع میں ایک شور برپا ہو گیا نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ آپ نے سارے علماء کرام سے اجازت لی اور پادری کے مقابلہ میں تن تنہا کھڑے ہوئے۔ آپ نے کہا کہ میں نابینا ہوں اپنے مدمقابل کو پاس جا کر دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ کو پادری فونڈر کے قریب لے جایا گیا۔ وہ ایک پر رعب شخصیت کا مالک تھا۔ حافظ صاحب نے اس کے چہرے کو ٹٹولا اور پھر منہ پر ایک ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ پادری کے دانتوں سے خون بہہ نکلا۔ پس پھر کیا تھا۔ مجمع میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مناظرہ درہم برہم ہو گیا۔ حافظ ولی اللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ حکومت کو ڈر تھا کہ یہ معاملہ کوئی تحریک نہ بن جائے۔ اگلے ہی روز لاہور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو جو انگریز تھا مقدمہ کی سماعت کے لئے مقرر کر لیا گیا۔ عدالت کے اردگرد بڑا ہجوم تھا۔ حافظ ولی

اللہ کو بیان دینے کے لئے بلایا گیا۔ آپ نے انگریز مجسٹریٹ کے سامنے بتایا کہ استغاثہ کا مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں نے ارادہ قتل سے تھپڑ مارا ہے بالکل غلط ہے۔ دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ پادری صاحب انجیل مقدس پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں میں نے تھپڑ مارا کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تمہیں ایک تھپڑ مارا جائے تو دوسرا گال پیش کر دو لیکن پادری صاحب نے انجیل پر عمل کرنے کے بجائے مقدمہ کر دیا۔ یہ بیان دیتے ہی حافظ ولی اللہ نے انجیل کے ایڈیشن کا حوالہ دے دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ فلاں ایڈیشن، فلاں لائبریری میں ہے۔ جب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پادری فونڈر کو جواب دینے کے لئے کہا تو اس نے اٹھ کر اعتراف کیا کہ واقعی انجیل مقدس میں یونہی لکھا ہے میں مقدمہ واپس لیتا ہوں''۔

اس طرح کے مناظرے عام تھے اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے مسلمان جاگے اور اس فتنہ کو بھی کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طبقہ علماء میں سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو اٹھایا اور انہوں نے اس پادری کو ایسا خاموش کیا کہ وہ برطانوی قلمرو ''ہند'' سے ہی فرار ہو گیا اور اسی میں اس نے عافیت سمجھی۔ پھر وہ عثمانی سلطنت کے علاقوں میں پہنچ گیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی حج پر گئے ہوئے تھے۔ سلطان ترکی کو معلوم ہوا تو انہوں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو استنبول بلایا۔ پادری فنڈر کو جب مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی آمد کا معلوم ہوا تو ـــــــــــــ بغیر مقابلہ کئے عثمانیہ سلطنت سے بھی رفو چکر ہو گیا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ انہیں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی سرگردگی میں ایک مدرسہ مکۃ المکرّمہ میں ترکی حکومت کے تعاون سے قائم ہوا جو اب تک قائم ہے۔

برطانوی سامراج کے ـــــ عوامی بہبود کے چند کام

اس برطانوی عہد 1860ء۔1947ء میں سامراجی سرگرمیوں کو فروغ دینے اور اس کے استحکام کے لئے ریلوے کا نظام ملک بھر میں پھیلا دیا گیا تا کہ باغیوں کی بروقت سرکوبی کی جا سکے اور حکومتی اہل کار اور عمال مرکز، صوبوں اور ضلعوں میں بآسانی آجا سکیں اور انتظامی کارکردگی میں اضافہ ہو سکے۔ دریاؤں پر بیراج بنائے گئے، نہریں نکالی گئیں اور کئی بنجر علاقے سیراب کر کے آباد کئے گئے جس سے کروڑوں لوگوں کو روزگار کے مواقع ملے اور خوب تعمیر و ترقی ہوئی،

ڈاک کا بہترین نظام تھا اور خطوط، پارسل اور سامان بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجا جا سکتا تھا تار برقی کے ذریعے اطلاعات کا جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ممکن ہو گیا۔ اخبارات، پریس وغیرہ اور ریڈیو نے اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ سائنسی ترقی اور علمی ترقی کے نتیجے میں انتظامی بہتری آئی اور امن وامان کی کیفیت پیدا ہو گئی اور ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا کہ تقریباً 90 سال ایسے گزرے کہ لوگ ڈھاکہ سے پشاور، کوہٹہ سے نیپال تک سفر کر رہے ہیں پہلے سے طے شدہ پروگرام پر چھٹیاں گزار کر سرکاری ملازم فوجی ڈیوٹیوں پر جا رہے ہیں، سرکاری اہل کاروں کے تبادلے ہو رہے ہیں، پورے ملک میں تعلیمی نظام، عدالتی نظام اور انتظامی ڈھانچہ کے ساتھ پولیس کا ایک ہی نظام ہے، ریاستوں میں بھی اصولی طور پر یہی نظام تھا تاہم مقامی حالات کے مطابق ذرا فرق ہوتا تھا۔ اس طرح آمد ورفت کی آسانی، اطلاعات ومعلومات میں سہولت اور امن وامان نے سامراج کی نیک نامی میں اضافہ کیا اور اس ماحول میں مسلمانوں میں آزادی کی تحریکوں کو بھی خوب کام کرنے کا موقع ملا اور اطمینان کے ساتھ تیاری کا بھی۔

آپ کی تصنیفات میں مثنوی مولانا روم پر فارسی زبان میں حاشیہ، غذائے روح، جہاد اکبر، مثنوی تحفہ عشاق، درنامہ غضبناک، ارشاد مرشد، ضیاء القلوب، وحدۃ الوجود، گلزار معرفت، فیصلہ ہفت مسئلہ، مرقومات امدادیہ، مکتوبات امدادیہ شامل ہیں۔

آپ کے مرض الموت میں ضعف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کروٹ بدلنا مشکل ہو گیا تھا بھوک ختم ہو گئی تھی۔ 13 جمادی الآخر 1317ھ مطابق 19 اکتوبر 1899ء میں آپ نے جان جاں آفریں کے سپرد کی اور جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ) میں مدفون ہوئے۔

یہ سیمینار 2 ستمبر 2007ء بروز اتوار کو منعقد ہوا تھا۔ جس میں معروف اہل علم و فضل حضرات نے حضرت شیخ المشائخ امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر اظہار خیال فرمایا۔ یہ پروگرام صبح 9.00 بجے تا 12.00 بجے تک جاری رہا۔ ہال کی نشستیں سامعین سے بھری ہوئی تھیں۔

حالاتِ حاضرہ اور
ہماری دینی ذمہ داریاں

حافظ عاکف سعید صاحب

محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب مدظلہ، امیر تنظیم اسلامی نے یکم جنوری 2010ء کو جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں جمعہ سے قبل مذکورہ موضوع پر خطاب فرمایا تھا۔ اس کو قارئین حکمت بالغہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ یہ خطاب آڈیو سے اتارا گیا ہے لہٰذا انداز تحریر کے بجائے تقریر کا نمایاں ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله وكفا و الصلاة والسلام على عباده الذين اصطفٰى خصوصا على افضلهم و خاتم النّبيّين محمد الامين و على اله وصحبه اجمعين:

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تبارك وتعالىٰ كما ورد فى سورة الانبياء

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَأْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ

وقال جل وعلا كما ورد فى سورة الصف

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ O تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِىْ

سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌلَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ O يَغۡفِرۡلَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ وَ مَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ

صدق الله العظيم

رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۡ وَيَسِّرۡلِىۡ اَمۡرِىۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِىۡ يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِىۡ

اللهم الهمنى رشدى اعذنى من شرور نفسى، اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه اللهم رب زدنى علما آمين يارب العالمين

حضرات محترم! آج مجھے یہاں پر جمعے کے اجتماع میں آپ سے گفتگو کا جو موقع ملا ہے تو موضوع ظاہر بات ہے کہ آپ بھی EXPECT کر رہے ہوں گے کہ حالاتِ حاضرہ اور اُن کے حوالے سے ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان حالات کے حوالے سے ہمارا دین کوئی رہنمائی دیتا ہے یا نہیں دیتا۔ ایک مسلمان جو آخرت پر بھی یقین رکھتا ہے، ظاہر بات ہے تب ہی مسلمان ہے، اللہ کو، رسول ﷺ کو، آخرت کو، قرآن کو مانے گا تو مسلمان ہوگا۔ اس کے لئے راہِ عمل کون سی ہے جو اُسے کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اصل کامیابی تو سب کو معلوم ہے، اگرچہ معلوم ہے لیکن ہم اس کو دل سے تسلیم نہیں کرتے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ زبان سے کہہ دیں گے، لکھنے والے اس پر مضامین لکھ دیتے ہیں، دلی یقین ہمیں اس پر بدقسمتی سے حاصل نہیں ہے۔ ہم اصل کامیابی اسی دنیا کی کامیابی کو ہی سمجھتے ہیں اور آخرت کے حوالے سے ہمارا عملی طور پر رویہ وہی ہے ________ کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے، آخرت کی خبر تو خدا جانے، دیکھی جائے گی اس وقت تو فوری مسائل ہیں، یہ دنیا ہے اس کے مسائل ہیں، PROBLEMS ہیں پریشانیاں ہیں اور اسی سے سابقہ ہے اس کے بارے میں سوچیں گے اگر بڑھاپے میں پہنچیں گے تبھی، اور سب لوگ آخر مر رہے ہیں ہم بھی مر ہی جائیں گے دیکھی جائے گی لیکن یہ کہ فکر ہمیں ساری اس دنیا کی ہے۔ لیکن بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ اصل زندگی آخرت کی ہے اور اس کے حوالے سے کامیابی کے لئے کیا پیمانہ ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔ اضافی طور پر اگر دنیا میں بھی کامیابی چاہیے تو کیا اس کے لئے بھی کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ یہ بھی

بہت اہم سوال ہے جو مسلمانوں کے ذہنوں میں ہے۔ آج کل چونکہ کفر کا ابلیسی قوتوں کا غلبہ ہے' مسلمان مغلوب ہیں۔ لیکن درمند حساس دل رکھنے والا مسلمان اس صورتِ حال پر پریشان بھی ہے اور سوچتا بھی ہے کہ ہم دوبارہ وہ عظمت وسطوت پارینہ کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اقبال نے بھی ہر مسلمان نوجوان کو تدبر کی دعوت دی:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

کبھی عظمت وسطوت کے اعتبار سے یہ مسلمان آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال فوری ذہن میں آرہی ہے۔ یہی سرزمین سندھ پاکستان کا حصہ ہے یہاں مسلمان تاجروں کو لُوٹا گیا اور خواتین کی بے حرمتی کی گئی، ایک خاتون کی پکار تھی کہ کہاں ہے خلیفہ! ۔ واقعہ کیا ہوا تھا آپ سب کو معلوم ہے۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے لشکر کشی کی اور الحمداللہ کہ پھر ایسا دندان شکن جواب دیا گیا ان کو جنہوں نے یہ ظلم اور زیادتی کی تھی کہ رہتی دنیا کو یہ پیغام مل گیا کہ مسلمان کو یا مسلمان خاتون کو کوئی میلی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اس دنیا میں۔ یہ ایک مقام تھا اور آج کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ EXACTLY اس کے OPPOSITE صورت حال ہے جس پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ہماری قوم کی ایک بیٹی' عافیہ صدیقی' کیا جرم ہے اُس کا؟ اور جو کچھ اُس کے ساتھ ہو رہا ہے اور ہماری قومی بے غیرتی یہ ہے کہ ہم پھر بھی امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں، وہ ایک خاتون کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے، ساری قوم کھڑی اپیل کر رہی ہے حکومت اپیل کر رہی ہے لیکن وہ اس کو RELEASE کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں، جو سلوک ہو رہا ہے اس کو بند کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور اب ہم پھر بھی اُن کے DO MORE ' DO MORE کے مطالبے پر اور آگے سے اُن کی وفاداری اور چاپلوسی میں مصروف ہیں۔

آج کے ایسے حالات میں رہنمائی ہے کیا؟ دیکھیں! ______ اس وقت ظاہراً پورا عالم اسلام اور مسلمانانِ پاکستان، میں دونوں کو الگ کر رہا ہوں ایک پوری ملت اسلامیہ یعنی پوری امت اور دوسری ملت اسلامیہ پاکستان' جس کا نام بدلنے کی بھی سازشیں ہو رہی ہیں کہ 'اسلامیہ جمہوریہ پاکستان' کا نام بدلا جائے کچھ لوگوں کو اس میں ''اسلامیہ'' کا لفظ بھی بہت چبھ رہا

ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں یہ ایک الگ داستان غم ہے۔ بہر حال دونوں کے حوالے سے محسوس یہ ہو رہا ہے کہ عالم کفر ہم پر قافیہ حیات تنگ کر رہا ہے۔ 9/11 کے بعد سے اس میں بہت تیزی آئی ہے اور اُس کا بہانہ بنا کر کہ مسلمانوں نے یہ حرکت کی ہے اور امریکہ کے خلاف اتنے بڑے جرم ارتکاب کیا ہے لہٰذا یہ سارے مسلمان دنیا کے انتہائی قابل مذمت ہیں یہ کسی رُو رعایت کے مستحق نہیں ہیں اور انہیں THIRD GRADE CITIZEN ہر جگہ قرار دیا جائے اور اس لیول پر رکھا جائے۔ ساری دنیا میں اس وقت یہ صورتِ حال ہو رہی ہے اور اُس کے مختلف پہلو سامنے آرہے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ کبھی ڈنمارک کے اخبار میں نبی اکرم ﷺ کے خاکے کے بنائے گئے اور جتنا احتجاج مسلمانوں نے کیا اُتنا ہی زیادہ انہوں اُس کو نے پھیلایا۔ یہ یورپ اور امریکہ میں بے شمار اخبارات و رسائل اور میگزین کے اندر چھاپے گئے۔ یہ کیا تھا یہی مسلمانوں کو تنگ کرنا، ان کا قافیہ حیات تنگ کرنا، اُن کو یہ جتانا کہ ہماری نگاہ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں تم جو مرضی کرو، زمین پر ایک ارب سے زیادہ مسلمان بستے ہیں تو بستے ہوں گے ہمیں کوئی پرواہ نہیں، نہ دنیا میں ان کی کوئی حیثیت ہیں۔ گوانتانا موبے میں قرآن مجید کے نسخوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا رہا، بگرام ایئربیس میں کیا ہوا، ابوغریب جیل میں کیا ہوا۔ وہ الفاظ بھی زبان پر مَیں نہیں لا سکتا جو قرآن کے ساتھ سلوک وہاں کیا گیا اور اصل میں ایذا کس کو دی جاری ہے؟ مسلمانوں کو! ٹارگٹ مسلمانوں کو کیا جا رہا ہے۔ پھر آپ دیکھیں ساری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف جانبداری ہے، بے انصافی ہے، مسلمان خواتین حجاب نہیں لے سکتیں فرانس میں پابندی ہے، ترکی تک میں پابندی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جہاں پر مادر پدر آزادی ہے اور عورت وہ شے ہے کہ جس کو ڈھانپ کے رکھا جائے چھپایا جائے، مستور کسے کہتے ہیں؟ جسے ڈھانپا ہوا ہو اسی سے ہے مستورات۔ اس کا پورا وجود اس قابل ہے کہ اس کو ڈھانپا جائے۔ اب جو عورت بغیر کسی کپڑے کے بازار میں پھرے تو اس پر اُن کو کوئی پرابلم نہیں ہے لیکن وہی عورت اپنے سر پر سکارف لے اور چہرے کو ڈھانپنے کی کوشش کرے یہ قابل دست اندازی پولیس اور کھلا جرم ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ مسلمانوں کے ساتھ اتنا بڑا تضاد۔ عدل وانصاف کہاں گیا؟ شرف انسانیت، حیاء کا معاملہ۔ آپ سب کو اجازت دیتے ہیں تو مسلمان خواتین کو اجازت کیوں نہیں؟ برہنہ رہنے پر پابندی

نہیں ہے سر پر سکارف نہیں لے سکتیں۔ یہ کئی صورتیں ہیں مسلمانوں پر قافیہ حیات تنگ کرنے کی۔ ابھی حال ہی میں جو اک نیا قانون پاس کیا۔ غالباً سوئزر لینڈ میں ہوا ہے' میناروں پر پابندی۔ یہ بھی کیوں؟ کہ انہیں تکلیف ہورہی ہے کہ ہم جتنا دبا رہے ہیں مسلمان اُتنا ہی پھیل رہے ہیں اُتنے ہی زیادہ ISLAMIC CENTER بن رہے ہیں، اتنا ہی مساجد میں اضافہ ہورہا ہے۔ اب اور تو کچھ کر نہیں سکتے ادھر سے انہوں نے حملہ کہ میناروں پر پابندی رہے گی۔ سب کو معلوم ہے کہ اس کا ٹارگٹ کون ہے؟ مسلمان اور اُن کی مساجد۔ نمبر ایک تو یہ کہ پورا عالمِ کفر یکجا ہے مسلمانوں کے خلاف۔ نمبر دو یہ کہ وہ مسلمانوں کے گرد شکنجہ کسنے اور اُن کا قافیہ حیات تنگ کرنے کے لئے ہر ممکن قدم اُٹھا رہے ہیں اور اُٹھاتے چلے جا رہے ہیں اور آگے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ دوسری طرف پاکستان میں بھی امریکی پالیساں جونئ ہیں اوباما کے آنے پر لوگوں نے بڑی خوشی منائی تھی ہمارے ہاں یہی ہے کہ

ع نہ ہوا گر یہ فریب پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا

ہم انہی فریبوں کے بل پر زندگی گزار رہے ہیں مشرف چلا جائے گا تو خیر ہی خیر ہو جائے گی۔ کوئی پالیسی بدلی؟ مشرف کے جانے کے بعد حالات میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی؟ ہاں ہوئی ہے معاملہ بد سے بدتر ہوا۔ وہ تو ایک خاص حکمت عملی ہے اُن کی ہماری فوج کو جس طرح سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ پہلے فوج بدنام ہورہی تھی اب ایک شخص بدنام ہورہا ہے۔ کام وہی ہورہا ہے فرق کوئی نہیں ہے، وہ پہلے سے بدنام ہے اس کو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا بلکہ اُس سے زیادہ بڑھ کر کام ہورہا ہے خود امریکن گورنمنٹ نے کہا ہے کہ جتنے COMFORTABLE ہم زرداری صاحب کے ساتھ ہیں اس نئ حکومت کے ساتھ ہیں وہ اس سے پہلے نہیں تھے۔ وہ COMFORTABLE اسی حوالے سے ہے کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ کچھ ہورہا ہے وہ جو چاہتے ہیں کہ ہماری حکومت ہماری فوج سے جو کچھ کروائے وہ کررہی ہے۔

تب ہی COMFORTABLE ہے ورنہ کیسے COMFORTABLE ہو سکتی ہے۔ یہ ساری صورت حال ہے اور اب سب کو معلوم ہے کہ F-PAK جونئ پالیسی اوباما نے DECLARE کی ہے اُس کا اصل ہدف تو پاکستان ہے۔

ایک طرف تو شکست تسلیم کر لی انہوں نے طالبان کے حوالے سے کہ طالبان کو ہم زیر نہیں کر سکے ماننا پڑ گیا اور دوسری طرف یہ کہ تیس ہزار اور بھیج رہے ہیں، واپسی کے ٹائم ٹیبل کا اشارہ بھی دے دیا ہے۔ ہاں سب کو معلوم ہے سب جانتے ہیں کہ پاکستان میں اپنے قدم وہ اور زیادہ پھیلا رہے ہیں اب اگلا ٹارگٹ پاکستان ہے۔ اسلام آباد میں منی پینٹا گون بن رہا ہے، جگہ جگہ اراضی بڑے پیمانے پر لے رہے ہیں تربیلہ کے قریب بہت بڑی زمین ان کو دے دی گئی ہے۔ فلاں جگہ پر دے دی گئی ہے فلاں جگہ پر اڈہ بن رہا ہے BLACK WATER پورے پاکستان میں پھیل چکی ہے اور دندناتے پھر رہے ہیں۔ وہ ABOVE LAW (قانون سے بالاتر) ہے وہ غیر قانونی اسلحہ لے کر بھی پھریں اُن سے پوچھ گچھ کرنا بھی جرم ہے اور ایک مسلمان شریف شہری پاکستانی کو گھر سے اُٹھا لیا جائے اور اُس کے اہل خانہ پریشان ہیں کہاں گئے کوئی جواب نہیں ہے کوئی حق نہیں ہے اُس کا۔ یہ ساری صورت حال کہ اب اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ وہ جس سے بچنے کے لئے ایک دھمکی پر مشرف سجدہ ریز ہو گیا اور پوری قوم نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا یہ جرم عظیم ہم سے ہوا ہے، 9/11 پر اس قوم کا بہت بڑا امتحان ہوا تھا بہت بڑا امتحان تھا جس میں یہ HUNDRED PERCENT ناکام ہوئی۔ الا ماشاءاللہ۔

بحیثیت قوم اب افراد کو چھوڑ دیجئے کچھ افراد ہوں گے۔ 9/11 پر جو معاملہ تھا وہ اتنا سادہ نہیں تھا کہ امریکہ کا ساتھ دینا ہے کہ نہیں دینا، بات یہ ہے کہ کس کے خلاف ساتھ دینے کی بات ہو رہی ہے؟ ایک برادر اسلامی ملک اور وہ اسلامی ملک کہ اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے کفارہ ادا کر رہا تھا کہ کم سے کم ایک جگہ وہ تھی جہاں شریعت پورے طور پر قائم و نافذ تھی اور اُس کی برکات سامنے آنا شروع ہو گئیں۔ یہ اپنی جگہ ایک مستقل تقریر کا موضوع ہے لیکن الحمد اللہ مجھے دو مرتبہ طالبان کے دور میں افغانستان کا تفصیلی وزٹ کرنے کا موقع ملا الحمد اللہ۔ MIRACALES ہوئے وہاں پر معجزات ہوئے، وہاں پر کامل امن و امان تھا صرف ایک چھوٹے سے حصے شمالی اتحاد میں جنگ جاری تھی نوے فیصد افغانستان میں مکمل امن و امان، جرائم ختم، جیلیں خالی، حالانکہ فقر تھا، افلاس تھا، پابندیاں تھیں، کہیں سے بھی مدد نہیں پوچھ سکتی تھی EVEN THEN اس کے باوجود۔ اس اسلامی ملک کے خلاف امریکہ نے نائن الیون کا ڈرامہ

رچایا۔ جو اب ثابت ہو رہا ہے کہ وہ کسی کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ خود C.I.A اور MOSAAD کا آپس میں گٹھ جوڑ تھا وہ بلڈنگ جس انداز سے گری ہے اب تو وہ جسے کہتے ہیں SCIENTIFIC PROOF وہ سامنے آچکا ہے چونکہ بات سب کے سامنے T.V پر آ گئی تھی کہ جس انداز سے وہ بلڈنگ گری ہے وہ صرف ایک شکل میں ہوتا ہے جب کسی HIGH LIGHT بلڈنگ کو EXPLOSIVE اُس کی بنیادوں میں اور ساری بلڈنگ میں FIT کر کے سپیشل ایک کیمیکل شامل کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ٹمپریچر اتنا زیادہ ہو جاتا ہے اور سٹیل کا پورا سٹریکچر اُسی وقت MELT ہو جاتا ہے اُس کے لئے خاص انداز سے اُس میں محنت کی جاتی اور پھر EXPLOSIVE کے ذریعے وہ زمیں بوس ہو جاتی ہے اور فری فال کی سپیڈ سے بلڈنگ نیچے آئی ہے ۔ بے شمار اور شہادتیں بھی سامنے آچکی ہیں کہ یہ ان جہازوں کے ٹکرانے سے ہوا ہی نہیں ہے۔ یہ دونوں جو STEEL TOWERS گرے ہیں یہ سب کچھ پہلے سے PRE-PLANNED تھا۔ اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تو اس وقت بھی کہہ رہے تھے اور اب ان کے پاس ثبوت بھی ہے۔ بش نے اس وقت بھی کہہ دیا تھا کہ یہ CRUSADES صلیبی جنگ کا آغاز ہے اور امریکہ میں چھپنے والا رسالہ اس کی کاپی جو اُن کے پاس آئی ہے، 9/11 کے حادثے سے ایک مہینہ پہلے جو رسالہ چھپا تھا اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ یہ صلیبی جنگیں ختم ہو گئیں اصل میں آخری صلیبی جنگ کی اب تیاری ہو رہی ہے جو سب سے زیادہ BLOODIEST ہو گی۔ اس کے ایک مہینے کے بعد STEEL-TOWERS والا واقعہ ہو گیا اور اسی وقت بش نے اعلان کر دیا CRUSADES کیا ہے صلیبی جنگیں۔ عیسائیوں کی جنگ اسلام کے خلاف۔

تو یہ ہے صورت حال پاکستان کی۔ ہم سے اور زیادتی کیا ہوئی کہ افغانستان کی اس اسلامی حکومت کو ختم کرنے اور برادر پڑوسی ملک کے افغان مسلمان عوام کو خاک وخون میں غلطاں کرنے کے لئے ہم نے دجالی قوت، ابلیسی قوت، صلیبی قوت کا ساتھ دیا یہ بہت بڑا جرم ہے جرمِ عظیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من

الاسلام(بیھقی فی شعب الایمان عن اوس بن شراجیل)

''جوشخص ظالم کے ساتھ چلتا ہےاس کوتقویت دینے کے لئے اور وہ یہ جانتا ہے
کہ یہ ظالم ہےتو وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے''

اور ہم نے دجالی قوت، صلیبی قوت، جس کا ٹارگٹ ہی مسلمان تھے ان کا ساتھ دے کر اپنے پڑوسی ملک پر لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا اور بعد میں CREDIT لیا کہ اگر ہم نے امریکہ کی مدد نہ کی ہوتی تو امریکہ کوافغانستان میں کامیابیاں نہ حاصل ہوئی ہوتیں۔ یہ ایک جملہ اس شخص کے لئے بھی قرارداد جرم ہے فرد کے لئے بھی اور پوری قوم کے لئے بھی قرارداد جرم ہے اس لئے کہ ہم اس وقت کھڑے نہیں ہوئے ''الا ماشاءاللہ'' قوم نے مشرف کا ساتھ دیا۔ ہاں جی سب سے پہلے پاکستان ہونا چاہیے ہمیں اپنے آپ کو بچانا ہے اوراپنے ملک کو بچانے کے لئے جومرضی کرنا پڑے۔ یہ وہ جرم عظیم تھااوراُس کے بعد سے حالات مسلسل خراب سے خراب تر ہورہے ہیں اور ہم نے اُس وقت اُن کے سامنے سجدہ اس لئے کیا تھا کہ ہمارے سامنے بہت سارے مفاد تھے۔

امریکہ کا ساتھ دیں گے انڈیا کے مقابلے میں ہماری پوزیشن مضبوط ہو جائے گی۔ ہماری کشمیر پالیسی کا تحفظ ہوگا مسئلہ کشمیر حل کرا کے دیں گے۔امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر ہماری معیشت مستحکم ہوگی اوراب ساری CALCULATIONS آگئی ہیں اوراس جنگ میں جوکچھ نقصان اُٹھایا ہےاوراُس کے مقابلے میں جوکچھ PEANUTS اور جوخیرات وہاں سے ملی ہے پچھلے دنوں گیلانی صاحب نے بڑا احتجاج کیا تھا کہ ہم کوئی MERCENNERIES نہیں ہم کوئی کرائے کےفوجی نہیں ہیں۔سوال یہ ہے کہ MERCENNERIES اورکیا ہوتا ہے؟ آپ اُن کےفرنٹ لائن اتحادی ہیں آپ اُن کے کاز کے لئے جنگ کررہے ہیں اُن کے ایجنڈے کو بڑھارہے ہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُن کے ایجنڈے میں اُن کا ساتھ دے رہے ہیں اور وہ آپ کو پیسے بھی دیتے ہیں اور DO MORE کا تقاضا بھی کرتے ہیں اورکرواور کرو،جتنادیا جارہااس کے مطابق نہیں کررہے۔اورکیا ہوتا ہے کرائے کا فوجی اور مرسڈیز کسے کہتے ہیں؟۔تو جو کچھ ہمیں اب تک ملا ہےاس کے مقابلے میں ہماری معیشت کو جونقصان پہنچا وہ اس

کے کم سے کم پانچ گنا زیادہ ہے۔

یہ معاشی استحکام ہمیں حاصل ہوا۔ وہ سارے فوائد جو مشرف نے اُس وقت دکھایے تھے کہ یہ کچھ ہوگا یہ کچھ ہوگا اُن سب سے ہم محروم ہو چکے ہیں ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اب پھر باری ہماری آ گئی ہے۔ وہ محاورہ ہے کہ سو پیاز بھی کھائے اور اب سو جوتے بھی کھانے پڑیں گے۔ سو جوتوں سے بچنے کے لئے سو پیاز کھائے اور جب سو پیاز کھا بیٹھے تو پھر پتہ لگا کہ سو جوتے تو ابھی باقی ہیں۔ بلوچستان کو علیحدہ کرنے کی سازش شدت اختیار کرگئی اور سب کو معلوم ہے کہ پیچھے کون ہے خود امریکہ ہے، بھارت ہے اسرائیل ہے سب کو پتا ہے۔ یہ قافیہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ مجھے یہ آیت یاد آ رہی تھی سورۃ الانبیاء کی

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں اس کے اطراف سے اگر چہ اس آیت کا جو مقام و محل ہے وہ کفار کے حوالے سے ہے مکی دور میں کفار بڑے مطمئن تھے کہ یہ دعوت زیادہ نہیں پھیلی نبی اکرم ﷺ دس سال سے مکہ میں محنت کر رہے ہیں صبح و شام کی محنت ہے ایمان لانے والے سوڈیڑھ سو ہیں اس سے زیادہ نہیں ہیں اور وہ مغلوب ہیں اُن پر ہم جیسے چاہتے ہیں ظلم ڈھاتے ہیں ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے بے بس ہیں۔ انہیں کہا گیا نہیں تمہیں اندازہ نہیں ہے اس کے اثرات جو پھیل رہے ہیں آس پاس مدینہ میں بھی اسلام کا پودا لگ چکا ہے اور بھی قبائل میں یہ دعوت پہنچ چکی ہے اور تمہارے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے اور تمہیں اس کا احساس بھی نہیں ہے۔

ہم زمین کو گھٹاتے آ رہے ہیں اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا بتدریج اُن کا قافیہ حیات تنگ ہو رہا ہے اور مسلمانوں کا اثر و رسوخ پھیل رہا ہے اگر چہ بظاہر مسلمان مغلوب ہیں۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ظاہراً مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ پورے عالم اسلام پوری ملت اسلامیہ کے لیول پر بھی اور پاکستان کی سطح پر بھی۔ اژدھانے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اپنے شکنجے کو اب کس رہا ہے۔ یہ صورت حال بظاہر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن کیا یہ ہمیشہ رہے گی؟ یہ ہے اصل معاملہ اور کیا اس سے نکلنے کی کوئی شکل ہے؟ کرنے والا کون ہے؟ ہمارے خلاف سب سے بڑا دشمن عالم انسانیت میں ہے کون؟ ایک تو ابلیس ہے وہ تو ابدی دشمن

ہے، وہ تو ہمارا پیدائشی دشمن ہے ان الشیطٰن لکم عدو فاتخذوہ عدوا ــــــــــــ انہ لکم عدو مبین بار بار قرآن میں یہ مضمون آیا ہے اس سے تو ہمارے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام سے ہی دشمنی کا آغاز ہو گیا تھا جب انہیں خلافت ارضی ملی۔ دنیا میں ہمارا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟ سب سے پہلے اس کو پہچانو یہ سازشیں جو آج عالم اسلام کے خلاف ہیں نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف اس وقت بھی ہو رہی تھیں اب بھی ہو رہی ہیں۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ

یہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے اس نور (کے چراغ) کو گل کر دیں

یعنی یہ اللہ کا دین چراغ ہدایت ہے، اسلام، قرآن۔ اس کا ماننے والا کوئی نہ رہے۔ کون چاہتے ہیں تمام مفسرین کا اجماع ہے، اس لئے کہ یہ اتنی کھلی حقیقت ہے کہ اس پر اختلاف کا کوئی امکان ہی نہیں ہے، یہود تھے جو اُس وقت یہ سازشیں کر رہے تھے۔ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اس وقت یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کا اتمام فرما کر رہے گا یہ مکمل کر کے رہے گا۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ چاہے پورے عالم کفر کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔ مولانا ظفر علی خان نے اس آیت کے مضمون کو اپنے شعر میں سمونے کی کوشش کی ہے:

نورِ خدا ہے کفر حرکت پہ خندہ زن ؎\
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جب وہ آیات نازل ہو رہی تھیں تو بظاہر کفر کا غلبہ تھا۔ لیکن پھر اللہ کی بات پوری ہو کر رہی وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ اُن کی یہ کوششیں تو رہیں گی۔

اس وقت بھی جو سازشیں وہ کر رہے ہیں اور اس وقت جو ہماری پوری ملت اسلامیہ کا اور خاص طور پر مسلمانانِ پاکستان کا جو حال ہے، وہ انتہائی قابل رحم ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی تجزیہ نگار ہو وہ RIGHT کا ہو یا LEFT کا ہو، اسلام پسند ہو یا اسلام مخالف ہو، یا وہ سیکولر ہو سب کے نزدیک یہ پاکستان کی تاریخ کا نازک ترین دور ہے۔

سب سے زیادہ پریشان کن حالات ہیں جن سے پاکستان گزر رہا ہے اس کی سالمیت کو خطرہ ہے اس کے وجود کو خطرہ ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو ہے لیکن اس دنیا میں اللہ کا دین غالب

ہو کر رہے گا چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا:

هُوَ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ

وہی ہے اللہ جس نے بھیج دیا اپنے رسول ﷺ کو

بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ

اور دو تحفے دے کر بھیجا ایک اَلۡھُـدٰی کامل ہدایت نامہ مکمل GUIDANCE اعلیٰ ترین رہنمائی جو انسانیت کو درکار تھی۔ وَ دِیۡـنِ الۡـحَـقِّ اور ایک نظام عدل اجتماعی (SYSTEM OF SOCIAL JUSTICE)۔ اگر آپ نے اس کو سمجھنا ہو تو دورِ خلافت راشدہ کو ذہن میں لائیے وہ نظام جو قائم ہوا تھا۔ ایک تو قرآن ہے پڑھا جا رہا ہے ہر شخص پڑھ رہا ہے تلاوت کر رہا ہے راتوں کو اُٹھ کر پڑھ رہے ہیں، اُس کو پڑھ کے ثواب بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے ایمان کے اندر جلا اُن کو مل رہی ہے لیکن وہ نظام جو نبی ﷺ لے کر آئے تھے۔ وہ جب قائم ہوا تو اُس کی برکات لوگوں نے دیکھیں۔ عدل و انصاف، انسانی حقوق، حریت، آزادی، عظمت انسانی اُس وقت واضح ہوئی۔ یہ دو چیزیں دے کر بھیجا۔

لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ

تاکہ غالب کر دے اس دین کو پورے نظام اطاعت پر یا تمام ادیان پر یہ الفاظ قرآن مجید میں تین جگہ وارد ہوئے ہیں اور ان کا حاصل کیا ہے؟ اس میں جو چیز اصل میں قابلِ توجہ ہے ایک تو فیصلہ ہے اللہ کا کہ یہ جو آخری رسول محمد ﷺ مبعوث ہوئے ہیں تو سابقہ نبیوں اور رسولوں والی تاریخ اب نہیں دہرائی جائے گی کہ ساری عمر دعوت دیتے رہیں دیتے رہیں، وعظ و نصیحت، تعلیم، صرف چند لوگ ایمان لائے۔ قوم نوح کا معاملہ دیکھ لیجئے قوم عاد ہے قوم ثمود ہے۔ چند لوگ ایمان لائے۔ پوری قوم نے بحیثیت مجموعی انکار کر دیا تکذیب کی۔ بالآخر پوری قوم تباہ و برباد کر دی گئی صرف چند لوگ بچا لیے گئے۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ اب یہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ہاتھ سے دین قائم ہو کر رہے گا یہ فیصلہ اللہ کا ہے۔

وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ

چاہے مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو

وہ تو چاہیں گے کہ ہمارا مشرکانہ نظام ہی چلتا رہے حلوے مانڈے ہمیں ملتے رہیں دور دور سے لوگ آکر نذرانے دیں۔اور سومنات کے بت کو جب توڑا گیا تو کتنا خزانہ برآمد ہوا۔وہ ایک مراعات یافتہ طبقہ ہوتا ہے جو چاہتا ہے کہ یہی نظام رہے ہمیں حلوہ ملتا رہے وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو۔یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔

اس آیت میں جو بشارت ہے اور احادیث میں بھی یہ بات آئی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ایک مکی دور ہے مسلمانوں کا جو ایک انتہائی قابلِ رحم حالت ہے۔پھر مدنی دور میں جو اتار چڑھاؤ آیا۔غزوہ بدر میں معجزانہ کامیابی،غزوہ احد میں ظاہری شکست، پھر غزوہ خندق ہوا اس میں بھی پھر اللہ کی طرف سے معجزانہ معاونت۔بہرکیف پھر وہ دین قائم ہوا' جزیرہ نمائے عرب تک نبی ﷺ کی حیات طبیہ میں قائم ہوا پورے جزیرہ نمائے عرب پر۔اور آپ ہی کی حیات طبیہ میں اُس وقت جو دونوں سپر امپائر تھیں پرشین امپائر (PERSIAN AMMPIRE) اور رومن امپائر (ROMAN AMMPIRE) دونوں کے ساتھ جہاد وقتال کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جسے پھر خلافت راشدہ می نے اس عمل کو آگے بڑھایا تھا۔یہ وعدہ پورا کب ہوگا؟ جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم اور غالب ہو جائے گا اور وہ جو کچھ کریں اور ظاہراً مسلمان اس وقت کتنے ہی کسمپرسی کی حالت میں ہوں اور اُن کے گرد قافیہ حیات تنگ ہو رہا ہو۔ایک بشارت تو یہ ہے کہ بالآخر ابلیسی قوتوں کو، دجالی قوتوں کو اور یہود کی جو سازشیں ہیں ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔قرآن میں کئی جگہ ہے کہ یہ بڑی بڑی چالیں چلتے ہیں۔

وقد مکروا مکرھم و عند الله مکرھم

یہ چالیں چلتے ہی رہتے ہیں لیکن ان کی تمام چالیں اللہ کے کنٹرول میں ہیں۔کون سی چال موثر ہو سکتی ہے کونسی نہیں ہو سکتی یہ اختیار اُن کا نہیں ہے۔مسبّب الاسباب وہ ہے اُس کے قبضہ وقدرت سے کوئی شئے باہر نہیں ہے

وان کان مکرھم لتزول منه الجبال

ہاں اگرچہ چالیں ان کی ایسی ہیں کہ اُن سے پہاڑ ٹل جائیں،غضب کی چالیں اور وہ

بظاہر اس وقت تک بہت کامیاب جا رہے ہیں۔ جو PROTOCOLS یہود نے اپنے لئے آج سے ایک سو سال پہلے معین کیے تھے اس کے حوالے سے دیکھیں تو بہت کامیابی سے انہوں نے اپنے اہداف حاصل کیے ہیں اور بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

لیکن یہ کہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اُس فیصلے کے حوالے سے کچھ ٹھنڈی ہوائیں پاکستان میں بھی آتی رہتیں ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک چیز شاید جس کو ہم نے IGNORE کیا ہے اور وہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بہت بڑی حجت ہے خاص طور پر مسلمانانِ پاکستان کے لئے وہ کیا ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جو آتے ہیں وکلاء کی تحریک چلی ،مشرف ہمارے سر پر مسلط تھا اُس دور میں جب وہ تھا اُس وقت بھی ہم نے الحمد اللہ کھل کر کہا تھا کہ یہ امریکہ کا ایجنٹ ہے وائسرائے ہے اسی کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہا ہے نظر نہیں آرہا تھا کہ وہ ہمارے سر سے ٹل سکے گا لیکن بالآخر رستگاری ملی ہے۔ لیکن یہ الگ بات ہے کہ جو بعد میں آیا ہے جس کو ہم نے خود ریکارڈ ووٹوں سے اسمبلی میں منتخب کر کے اپنے سر پر بیٹھایا ہے وہ اس سے بھی چار ہاتھ آگے کا ثابت ہوا یہ ایک الگ داستان غم ہے۔ پھر یہ کہ JUDICIARY کا معاملہ، پھر N.R.O پر جو فیصلہ ہوا ہے یہ سب کیا ہے؟ یہ کچھ چیزیں پاکستان میں بھی تازہ ہوا کے جھونکے ہیں، امید کی کچھ روشن کرنیں ہیں جو نظر آتی ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ایک شئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہے وہ کیا ہے وہ ہے طالبانِ افغانستان کا معاملہ، جس کے بارے میں میرا احساس یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں شاید کبھی اس لیول کی جنگ نہیں لڑی گئی جو اس وقت یہاں ہوئی ہے۔ یہ کیوں؟

افغانستان کے طالبان کا قصور کیا تھا صرف ایک قصور الا ان یقولوا ربنا اللہ انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسی کے نظام کو قائم کر کے دکھایا اور کچھ نہیں۔ افغانستان کے طالبان ہیں ــــــــــ پہلے رشیا کے خلاف جنگ ہوئی پھر اس کے بعد مجاہدین کے آپس میں اختلافات ہوئے۔ یہ بیس سالہ دور میں ALREADY وہ پہلے ہی پتھروں کے عہد کو پہنچ چکے تھے، وہ افغانستان پتھروں کے زمانے کو پہنچا ہوا تھا ان کے پاس کوئی فورسز نہیں تھیں کوئی اسلحہ نہیں تھا جدید کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چھوٹا موٹا بارود، پرانی گنیں، رشیا کے دور کی کلاشنکوفیں اور ان سے چھینا ہوا کچھ اسلحہ تھا اور ظاہر بات ہے کہ وہ UP DATE کیسے ہو سکتا ہے۔ معاشی اعتبار سے

دنیا کا سب سے زیادہ کمزور و پست ملک تھا اس لئے کہ SANCTIONS ہی SANCTIONS ہیں کوئی ذرائع آمد نہیں ہیں پوری دنیا نے پابندی لگا رکھی ہے۔ گویا اس وقت کی موجودہ دنیا میں اپنی جنگی قوت اور معاشی اعتبار سے دنیا کی کمزور ترین ریاست تھی اور اس پر حملہ کرنے والے کون تھے نہ صرف امریکا بلکہ تمام عالمی طاقتیں تمام عالم کفر اور صرف عالم کفر ہی نہیں عالم اسلام بھی ان کے ساتھ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارے تمام مسلمان حکمران جو بھی ہیں ان سب نے امریکا کا ساتھ دیا سب سے بڑھ کر ساتھ ہم نے دیا_________ سپورٹ ہم نے فراہم کی جتنی مدد انہوں نے مانگی اس سے آگے بڑھ کر سب کچھ دیا اس کے باوجود امریکا انہیں شکست نہیں دے سکا ان کی حکومت تو ختم ہوگئی لیکن کیا انہوں نے شکست تسلیم کی؟ کیا امریکا کے آگے گھٹنے ٹیکے؟ ہم تو ایک ہی دھمکی سے سربسجود ہوگئے تھے جنرل یونی فرینٹ جو اس وقت کا آرمی چیف تھا وہ اپنی کتاب میں لکھ رہا ہے کہ ہم نے مشرف سے سات مطالبات کیے تھے اور ہمیں توقع یہ تھی کہ دو، تین تو مان ہی لیے جائیں گے ہمیں انتہائی حیرت ہوئی کہ بغیر کسی چوں چراں کیے اس نے ساتوں مان لیے۔ لیکن طالبان نے آج تک امریکا کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے شکست تسلیم نہیں کی وہ امریکا کے خلاف جو گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں اس سے پیچھے نہیں ہٹے۔ میں اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ تاریخ انسانی ایسا COMPARISON اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا کیونکہ اس عالمی قوت کے پاس آج جو SOPHISTICATED WEAPONS ہیں کیا انسانی تاریخ میں ان سے پہلے کسی کے پاس تھے؟ اور ان کے پاس وہ کچھ ہے کہ اس تک ہمارے تخیل کی رسائی بھی نہیں ہے اس کے باوجود انہوں نے سٹینڈ لیا کس بنیاد پر صرف ایمانی قوت پر اور آٹھ سال میں امریکا اپنے سامنے ان کے گھٹنے نہیں ٹکوا سکا، امریکا تو امریکا نیٹو کی فوجیں بھی وہیں ہیں۔ اب بھی ہمیں اس سے سبق سیکھ لینا چاہیے کیونکہ جس امتحان میں ہم ناکام ہوئے تھے اور ایک دھمکی میں ان کے سارے مطالبات مان لیے تھے اس کی بنیاد کیا تھی_________ یہی کہ امریکا کے پاس زیادہ قوت ہے ہمارے پاس بھی ایٹم بم ہے لیکن اس کے پاس زیادہ ہے اس کے پاس جنگی قوت ہم سے کہیں آگے بڑھ کر ہے وہ فضائیہ اور دیگر WEAPONS میں ہم سے بہت آگے ہے لہٰذا ہم تو اس کے سامنے سٹینڈ نہیں لے سکتے اس نے اگر دباؤ ڈالا کہ اپنے مسلمان بھائی کا گلا کاٹو اور

ہمارے ساتھ مل کر اسلامی حکومت کو ختم کرو تو ہم مجبور ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ ہم زبان سے کہتے تو ہیں اللہ اکبر کہ اللہ سب سے بڑا ہے لیکن حقیقتاً امریکا کو سب سے بڑا سمجھتے ہیں کائنات میں کوئی قوت نہیں ہے جو ہماری مدد کرسکتی ہو یا امریکا کے مقابلے میں ہمارا سہارا بن سکتی ہو' یہ اس بات کا اعلان تھا؛ لہٰذا جو کچھ وہ کر رہے ہیں' ہمیں بھی کرنا پڑے گا بلکہ ان کی خوشنودی کے لیے اور آگے بڑھ کر کریں گے یہ ہمارے ایمان کی عملاً نفی ہے۔ اور طالبان کس سہارے پر کھڑے رہے ہیں کون سی قوت تھی؟ الحمدللہ کہ اس وقت بھی ہم نے یہی کہا تھا بانی تنظیم اسلامی ہوں یا مجھے بھی جب موقع ملا میں نے بھی یہی کہا کہ طالبان کی اگرچہ حکومت ختم ہوئی ہے لیکن یہ کہنا کہ ان کو شکست ہوئی ہے' قبل از وقت ہے انہوں نے شکست تسلیم نہیں کی لہٰذا یہ کہنا غلط ہے۔ طالبانِ افغانستان کی بات ہو رہی ہے اب تو میڈیا نے امریکا کے ایجنڈے کو پورا کرتے ہوئے بڑی پلاننگ کے ساتھ لفظ طالبان کو ہی بدنام کر دیا ہے جن کا طالبان کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں تھا لیکن وہ غلط کاموں میں ملوث تھے ان کو بھی طالبان کہہ دیا گیا ہے۔ یہ ٹائٹل کون دے رہا ہے۔ یہ سب ہدایات اوپر سے آ رہی ہیں۔ بہرکیف طالبانِ افغانستان کی قیادت کا بڑا حصہ اس وقت بھی محفوظ تھا اور آج بھی محفوظ ہے الحمدللہ۔ اور طالبان اب بھی ماشاءاللہ استقامت کے ساتھ کھڑے ہیں اور ان کی مدد میں اور زیادہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے سب مانتے ہیں کہ افغانستان کی پبلک نے طالبان کو اتنی سپورٹ پہلے نہیں دی ہے جتنی آج ہے اور امریکا اور نیٹو فورسز نے عملاً اپنی شکست کا اعتراف کرلیا ہے اور ان شاءاللہ انہیں شکست ہوگی ہمارے پاس ایٹم بم موجود ہے پھر بھی ہم کانپ رہے ہیں، بلیک واٹر والے جو مرضی کریں ہم ان سے پوچھ بھی نہیں سکتے ہمارے مائی باپ ہم سے ناراض نہ ہو جائیں۔ ایمان نہیں ہے اللہ پر توکل نہیں ہے' اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی یہ معجزہ نہیں ہے تو اور کیا ہے اس وقت تو توقع تھی کہ اسلامی ملک ہے اللہ تعالیٰ معجزانہ مدد کرے گا ہاں جس انداز سے وہ معجزے کی توقع کر رہے تھے اس انداز سے نہیں آیا ٹھیک ہے۔

یہ معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے' وقتی طور پر طالبان کی حکومت ختم ہوئی لیکن اس کے بعد بھی امریکا اور نیٹو فورسز کی ساری کوشش کے باوجود آٹھ سال میں بھی اگر وہ طالبان کا خاتمہ نہیں کر سکے اور ان کو شکست تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر سکے تو کیا یہ بغیر اللہ کی مدد کے ہو گیا اور حال یہ ہے کہ

ان کے پاس وہ کچھ ہے اس کے خوف سے ہمارے حکمرانوں کی جانیں لرزتی ہیں یہ سب کچھ انہوں نے وہاں پر آزمایا ہے۔ ہم نے یہ سب کچھ کس دن کے لیے رکھا ہوا ہے، اگر ہم اب بھی نہ کھڑے ہوں اور اب بھی ان سے سبق نہ سیکھیں اور ہمت نہ کریں تو پھر ہمیں اپنے طرز عمل کا ماتم ہی کرنا پڑے گا۔ اب میں آیات کا ترجمہ کر کے بات ختم کرتا ہوں وقت کافی زیادہ ہو گیا۔

یَآَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ

''اے اہل ایمان کیا میں تمہاری رہنمائی کروں ایک ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں عذابِ الیم سے چھٹکارا دلا دے''

سب سے پہلے تو اس آیت پہ غور کیجیے گا۔ قرآن بار بار کہتا ہے کہ غور کرو اللہ کی آیات میں کتاب اللہ میں یہ کتاب نازل اسی لئے ہوئی لیدبروا ایٰتہ و لیتذکر اولو الباب۔ افلا یتدبرون القران۔ فرمایا کہ اے مسلمانوں، اے اہل ایمان کیا میں تمہاری رہنمائی کروں ایک ایسی تجارت کی طرف کہ جو تمہیں عذاب الیم سے چھوٹکارا دلا دے۔ کیا مطلب؟ ٹھیک ہے مسلمان تو تم ہو مان لیا، عذاب الیم سے چھٹکارا چاہتے ہو' عذاب الیم سے مراد سب کے نزدیک آخرت کا عذاب ہے، اُس سے بچنا چاہتے ہو تو میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں کہ ایک DEAL کرلو اللہ کے ساتھ۔ یہ خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ اس غلط فہمی کو اس دل سے نکال دیجیے کہ جو مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گیا جنت اس کا پیدائشی حق ہے' وہ اپنے عمل سے بھی ثابت کرے گا کہ وہ مسلمان ہے، اللہ پر، آخرت پر اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے تو جنت کا حق دار بنے گا۔ اب عذاب الیم سے چھٹکارہ کے لئے جو راستہ بتایا گیا ہے وہ کیا ہے؟ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ

خطاب بھی اہل ایمان سے اور سب سے پہلی بات بھی پختہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ یہ زبانی کلامی ایمان کافی نہیں ہے۔ یہ تو ذرا سی دھمکی سامنے آتی ہے تو انسان گر جاتا ہے ذرا سی آزمائش آئی اور اُس کا ایمان ہوا ہے، تحلیل ہو گیا۔ وہ والا ایمان نہیں ہے۔ واقعی یقین ہو کہ کائنات میں اصل قوت ایک ہی ہے وہ اللہ ہے لاحول ولا قُوَّةَ الا باللّٰه اور اُس کی آیات پر بھی یقین ہو کہ فرمایا: ان ینصرکم الله فلا غالب لکم اے مسلمانو! اگر اللہ تمہاری مدد کرتا رہے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آئے گا۔ هو مولٰکم وہ تمہارا مددگار ہے تم پہلے اس کے وفادار تو

بنو۔ یہ ایمان ہے کہ اگر رب ہمارے ساتھ ہے تو دنیا کی کوئی قوت بھی ہم پر غالب نہیں آسکتی۔ اور پھر تمہارا عمل بتا رہا ہے کہ تم دنیا کے طالب ہو یا آخرت کے طالب ہو۔ زبان سے عشق رسول ﷺ کے دعوے ہیں، عمل کیا بتا رہا ہے۔ سنت رسول ﷺ پر کتنے کچھ عامل ہو۔ کیا زندگی کا وہی رخ ہے جو اللہ کے نبی ﷺ نے اختیار کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا تھا جو اُن کے سچے عاشقان تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس راستے پر چل کر دکھایا کیا ہم اُس پر چل رہے ہیں؟

وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ

اور جہاد کرنا ہوگا اللہ کے راستے میں اپنے مالوں کے ساتھ بھی اور اپنی جانوں کے ساتھ بھی

دین تو غالب ہوگا رسول اللہ ﷺ کا مشن بھی ہے اور اللہ کا فیصلہ بھی ہے۔ لیکن ہوگا کیسے اس میں امتحان تمہارا ہے اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کے وفادار ہو تو اس کے لئے تمہیں قربانیاں دینی ہیں جان و مال کھپانے ہیں۔ اُس میں مکی دور بھی آئے گا۔ قرآن کی دعوت پہنچاؤ، پھیلاؤ، اُس کے ذریعے سے ایمان کی جوت جگاؤ، مار پڑتی ہے تو مار کھاؤ ہاتھ بندھے رکھو۔ تیرہ سال حکم یہ تھا تمہارے ٹکڑے کر دیں یا تمہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیں تم نے RESIST نہیں کرنا برداشت کرو۔ تمہارے سامنے تمہارے عزیز ساتھی انتہائی بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیے جائیں کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ اپنے ہاتھ بندھے رکھنے ہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پھر دین قائم کرنے والی جماعت بنتی ہے حزب اللہ۔ جب وہ حزب اللہ وجود میں آتی ہے تو وہ آگے بڑھ کر قتال کرتی ہے، میدان میں کفر کو چیلنج کرتی ہے۔ سیرت طیبہ کے مکی دور اور مدنی دور ہمارے لئے عملی رہنمائی ہی تو ہیں۔ نبی ﷺ دین قائم کرنے میں کتنے مراحل سے گزرے ہیں جہاد کے کتنے مراحل ہیں اور صحابہؓ نے کیسی کیسی قربانیاں دیں، جان، مال، وقت کی قربانی۔ دعوت دین اور قرآن کے پیغام کو پہنچانے میں وقت تو لگے گا مال بھی خرچ ہوگا جسم و جان کی توانیاں بھی لگیں گی۔ اب ان توانیوں اور وقت کو زیادہ سے زیادہ دنیا کمانے میں لگا لیں اور یا اللہ کے لئے لگائیں یہی تو امتحان ہے اگر اس عذاب الیم سے چھٹکارہ چاہتے ہو تو یہ DEAL اللہ سے کر لو یہ ہے سودا، یہ راستہ ہے تم پر تو شاید یہ ناگوار گزر رہا ہو۔ اللہ کے دین کے لئے کون قربانیاں دے کون اپنا وقت نکالے، خواہ مخواہ ہم کفار سے مخاصمت مول لیں۔ کیوں نہ اُن کے نیچے

لگ کر رہیں۔ چلو گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی ہی سہی ہمیں یہ زندگی قبول ہے گیدڑ بن کے رہ لیں گے کیا حرج ہے نہیں! یہ جو DEAL بتائی ہے یہی طریقہ ہے زندگی گزارنے کا۔

ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ O

تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو

خیر، بھلائی، تمہارا نفع اسی میں ہے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ!

یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ

تم اس راستے پر چلو، قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جاؤ، وقت لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے گا کچھ کمی بیشی رہ گئی تو وہ معاف فرما دے گا۔

وَیُدۡخِلۡکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

وہ داخل کرے گا تمہیں ان باغات میں جن کے دامن میں چشمے رواں ہوں گے

ابدی کامیابی جس کا عنوان جنت ہے، وہ تمہارے حصے میں آئے گی۔ اس کے لئے ہمارے رب نے ہماری کامیابی کا جو معیار معین کیا وہ ہر وقت ہمارے ذہن میں ہونا چاہیے۔

مَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ

کون کامیاب ہے؟ ہم میں سے ہر شخص کا جواب مختلف ہو سکتا ہے کسی کے نزدیک BILLGATES زیادہ کامیاب ہے کوئی سمجھ رہا ہو گا کہ جی اوباما بہت بڑا کامیاب انسان ہے۔ کامیابی کے اپنے اپنے معیارات ہیں نیشنل اسمبلی میں سیٹ مل جائے تو کامیابی حاصل ہو جائے گی اور ساتھ ہی کوئی وزارت مل جائے تو اصل کامیابی یہ ہے۔ فرمایا: من زحزح عن النار جسے جہنم کی آگ سے بچالیا گیا۔ و ادخل الجنة اور جنت میں داخل کر دیا گیا فقد فاز پس وہ ہے کامیاب۔ اصل کامیابی، حقیقی کامیابی، ابدی کامیابی تمہیں مل جائے گی۔ اس عارضی سی زندگی میں تم یہ DAEL اللہ سے کر لو، اللہ کے وفادار بن کر رہو۔

وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡم

اور بڑے عمدہ پاکیزہ محل جنات عدن میں عظیم کامیابی تو ہے ہی یہ

اسی کامیابی کی رہنمائی ہمیں درکار تھی جس کے لئے قرآن عطا ہوا۔ یہ کس کے لئے رہنمائی ہے؟ کیا

قرآن آپ کو یہ بتا رہا ہے کہ دنیا میں آپ کیسے دولت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر سکتے ہیں۔

یہ آپ کو رہنمائی کس بارے میں دے رہا ہے۔ کیسے بہتر انسان بن کر اور کیسے اللہ اور رسول ﷺ کی وفاداری میں زندگی گزار کر آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟ یہ راستہ بتانے آیا ہے۔ نبی ﷺ بھی ہادی ہیں اور ہادی اعظم ﷺ، رحمت للعالمین۔

و اُخریٰ تحبونھا

ایک اور چیز ہے جو تمہیں بڑی پسند ہے

اب یہ ہماری دکھتی رگ پر اللہ نے بھی ہاتھ رکھا۔ جان لو کامیابی وہی ہے۔ دنیا میں تو اللہ آزما رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے، لیکن ظاہراً ہمارے دنیاوی معیارات کے حوالے سے کامیابی نہیں ملی، چند لوگ ایمان لائے اُن کی زندگی میں دین غالب نہیں ہوا جو بڑی کامیابی ہے اس میں اُن کا کتنا بڑا حصہ ہے، اُن کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں گیا اللہ کے ہاں اُس کا اجر محفوظ ہے اللہ سے وفاداری اور استقامت کے امتحان میں وہ CENT PERCENT کامیاب ہیں۔ تو اصل کامیابی یہ ہے لیکن ایک چیز تمہیں پسند ہے۔

نصر من اللہ و فتح قریب

اللہ کی مدد آئے اور جلد ہی پھر فتح بھی مل جائے

کہ ہم دین کے لئے محنت کر رہے ہیں کوشش کر رہے ہیں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں تو یہاں دنیا میں بھی اللہ کی مدد آ جائے۔ یہ بھی ہماری ایک آرزو ہوتی ہے۔ یہ ہماری ایک طبعی کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس سے کون واقف ہوگا۔ تو فرمایا کہ تمہیں یہ شئے پسند ہے۔

وبشر المؤمنین

اے نبی ﷺ بشارت دے دیجیے اہل ایمان کو اس کی بھی

اگر اس راستے کو مسلمان بحیثیت مجموعی اختیار کریں گے تو دنیاوی کامیابی بھی انہیں ملے گی لیکن بحیثیت مجموعی۔ یہ نہیں ہے کہ اٹھارہ کروڑ کی آبادی میں سے چند سو یا چند ہزار نکلتے ہیں اس کام کو کر رہے ہیں۔ کوئی تناسب تو ہونا چاہیے پچاس فیصد نہ سہی چالیس فیصد سہی چالیس فیصد نہ سہی تیس فیصد سہی بیس فیصد سہی۔ بیس فیصد مسلمان تو اس راستے پر آئیں۔ تو دنیا میں بھی اللہ کی نصرت اور مدد آئے گی، یہی سیرت کا سبق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پندرہ سال قربانیاں دیتے رہے اور انہوں

نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور اُس کے دین کے سچے وفادار ہیں ہر شئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہر سخت سے سخت امتحان میں پورے اترے تو یہ بشارت ملی۔ آج بھی یہ ممکن ہے۔ اقبال نے بھی کہا ہے: ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

اور ؎ فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

لیکن فضائے بدر تو پہلے پیدا کرو اس بدر سے پہلے حضور ﷺ اور صحابہ ﷺ کی پندرہ سال کی محنت مشقت اور قربانیاں ہیں۔ تو ہمارے لئے اصل کامیابی کا راستہ بھی یہی ہے اور اگر دنیا میں بھی مسلمانوں کو حقیقی کامیابی ملے گی تو اسی راستے پر چلنے سے ملے گی یہ اس کا وعدہ ہے۔ اس دور میں اس کی مثال سامنے آ گئی کہ طالبانِ افغانستان بالکل نہتے تھے اور دنیا کی تمام عالمی قوتیں ان پر چڑھ دوڑیں مگر شکست نہیں دے سکیں۔ اُس کی مدد آج بھی ہے۔ ہاں قربانیاں دینی پڑتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ ہم تو رابورا بننے کے لئے تیار نہیں ہیں ویسے چاہے ہمارا بیڑا غرق ہو جائے معاشی بدحالی کو پہنچے ہوئے ہیں ہمارا ملک کئی ٹکڑے ہونے کو ہے لیکن اللہ کے دین کی خاطر STAND لینے میں مشکل پیش آئے اس کے لئے ہم تیار نہیں ہیں۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہی رہا تو پھر اللہ تعالیٰ کا بھی اپنا قانون ہے وہ کسی اور کے ہاتھ میں اپنا علم تھما دے گا کسی اور قوم کو ہدایت دے دے گا کسی اور ذریعے اللہ کا دین کا پرچم سربلند ہوگا' ہونا تو ہے۔ یہ ہے جو میں سمجھ رہا ہوں کہ اس وقت حالات حاضرہ کے حوالے سے جو قرآن کی رہنمائی ہے اور اس میں بشارت بھی ہے اور بشارت کے پہلو بھی سامنے آ رہے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ طالبان افغانستان کا معاملہ ہمارے لئے بشارت کا درجہ رکھتا ہے۔ پوری دنیا میں اسلام کو جتنا دبایا جا رہا ہے اسلام پھیل رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ امریکہ ہو یا یورپ ہو غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اسلام کا دائرہ اثر پھیلتا چلا جا رہا ہے اور مسلمان بھی جاگ رہے ہیں مار پڑنے سے ہی جاگ رہے ہیں ہوش میں آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اپنے ایمان کے ان تقاضوں کو پورا کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین سے وفاداری کے تقاضوں کو پورا کریں اللہ کی نگاہ میں سرخرو ہو سکیں۔ آمین یا رب العالمین واخر دعو انا ان الحمد للہ رب العالمین

جدید تعلیمافتہ حضرات میں دینی علوم کے فروغ اور
فرائض دینی کے تصور کی ادائیگی کا شعور پیدا کرنے کیلئے
الیکٹرانک میڈیا کا استعمال

نام کتاب: ابلاغِ حق مؤلف: مولانا عبدالرشید انصاری

ضخامت: 208 صفحات قیمت: 200روپے

ناشر: نورعلیٰ نوراکیڈمی فیصل آباد فون: 0306-2162883

زیرِ تبصرہ کتاب میں اسی موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے اور میڈیا کے استعمال کو جائز بلکہ وقت کی ضرورت قرار دینے والے علمائے کرام کی آراء، فتاویٰ جات اور مقالات کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ کتاب کا تعارف مؤلف کے الفاظ میں کچھ یوں ہے۔''دینِ توحید''اسلام'' کے امن آفریں آفاقی پیغام کے ابلاغ، کفرو الحاد خصوصاً قادنیت،صیہونیت،نصرانیت،ہنودیت اور لادینیت کی فتنہ سامانیوں سے اہل ایمان کو بچانے اور طاقتور سامراجی طاغوت کے مظالم اور استحصالی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے جدید الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کے حق میں عرب وعجم کے جید علماء کرام اور مفتیان عظام کے فتاویٰ اور آراگرامی'

یہ کتاب دراصل ماہنامہ ''نورعلیٰ نور'' میں تحریر کردہ ان مضامین کا مجموعہ ہے جو الیکٹرونکس میڈیا کے حق میں تحریر کئے گئے ہیں۔مضامین نگاروں میں مولانا زاہدالراشدی، مولانا سالم قاسمی، مولانا محمد اسلم شیخوپوری اور پروفیسر سید وقار احمد رضوی شامل ہیں۔جبکہ کتاب میں ''مجلس علمی کراچی'' کے فتویٰ کو تفصیلی طور پر تصدیقی مہروں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔کتاب میں خاتم النبیین چینل کے اغراض و مقاصد بھی ذکر کئے گئے ہیں۔قادیانیت کے دجل وفریب کو واضح کرنے کے لئے ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم، مشہور مفتی آف لندن اور مولانا سید محمد شاہد آف مظاہر العلوم انڈیا کی معتبر تحریریں شامل کتاب ہیں۔اپنے موقف کے حق میں یہ کتاب زبردست دلائل کا مجموعہ ہے۔

رنگین سرورق، مضبوط جلد اور 208 صفحوں پر مشتمل اس کتاب کی قیمت موجودہ مہنگائی کو دیکھتے ہوئے مناسب ہے مگر کیا ہی اچھا ہوتا کہ کتاب کو نئے سرے سے کمپیوز کروایا جاتا کہیں موٹی، کہیں باریک کمپوزنگ اس بات کی نشاندہی کررہی ہے کہ کئی رسالوں سے اکٹھے کئے گئے مضامین کو صرف فوٹو کاپی کرواکر ہی شائع کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔کتاب میں شامل ''نورعلیٰ نور'' کے اداریوں میں کتاب کی غلطیاں بھی کتابت کے حسن کو متاثر

کررہی ہیں۔(تبصرہ نگار امجد اقبال ساجد)

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں،آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں،دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جُزدان حَریر و ریشم کے،اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عِطر کی بارش ہوتی ہے،خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو،کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اِس طرح پڑھایا جاتا ہوں،اِس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے،تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے،ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں،آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں،پڑھ پڑھ کے سُنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے،سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اِک بار ہنسایا جاتا ہوں،سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے،قانون پہ راضی غیروں کے
یُوں بھی مجھے رُسوا کرتے ہیں،ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کِس بزم میں مجھ کو بارنہیں،کِس عُرس میں میری دُھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں،مُجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)

LOOSE MORALS GONE WILD

Dr . Absar Ahmad

Today the entire world is in the grip of rampant crass materialism, the west is by far more so. in other words, it is more corrosive in its birthplace--- the bastion of disbelief and theories of scientifc progressivism. there are academicians and clergymen who surprisingly hold the view that one can be a christian without felief in God.The secular Euro-American paradigm of knowledge (enshrined in modernity) challenges belief in the divine existence as a postulate of morality, which even the eminent German philosopher Kant maintained so vehemently in his philosophy of morals. there are scores of think-tanks and armies of "experts" who have been convincing everyone that the real problem of the undar-developed countries is that they are too "traditional" and their salvation lies in aping

the progresive ways of the west. This is the essence of the modernization theory that seeks to move societies from the "traditional" to the "modern" this attitude of the west which issues from haughtiness fools the traditional and religious communities and nations into dismissing and stripping the strengths they enjoyed for centuries. The great ills of juggernaut social engineering programme and globalization are destroying the values and social fabric of the so-called backward nations.

But where does Europe and U.S themselves stand once they renounce faith in God and the revealed guidance? There is a long list of writers and scholars known as "the prophets of doom and gloom" who describe in detail the spiritually hollow and morally decadent state of the western man and woman. In particular, their morals and sexual behaviour have gone beyond all limits of perversity.Below, we reproduce some extracts from the book titled"SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH" written by Robert H.Bork, a retired judge of the Supreme Court of America which more than substantiate my submission given in the above paragraph.

The verb "slouching" means drooping or hanging down negligently. And "Gomorrah" was a town of ancient palestine

which,along with Sodom, was destroyed by Allah (SWT) on account of the godlessness and wicked (i.e homosexual) acts of the inhabitants. According the Quran, Prophet Lut (AS) was sent to them. So the title means that American people are, in their aberrant sexual behaviour, moving towards Gomorrah. Nowread the selected lines from the book:

1- This is a book about American decline. Since American culture is a variant of the cultures of all Western industrialized democracies, it may even, inadvertently, be a book about Western decline and the mounting resistance to it has produced what we now call a culture war. It is impossible to say what the outcome will be, but for the moment our trajectory continues downward---there are aspects of almost every branch of our culture that are worse than ever before and the rot is spreading.

2- This time the threat (to the Western Civilization) is not military---the Soviets and the Nazis are defunct. Nor it is external---the Tartar armies receded from Europe centuries ago. If we slide into a modern, high-tech version of the Dark Ages, we will have done it to ourselves with the assistance of the Germanic tribes that destroyed Roman Civilization. This time we face, and seem to be succumbing to, an attack mounted by a force not only within Western Civilization but

one that is perhaps its legitimate child.

3- The United State has surely never before experienced the social chaos and the accompanying personal tragedies that have become routine today: high rates of crimes and low rates of punishments, high rates of illegitimate births subsidized by welfare, and high rates of family dissolution through no-fault divorce.These pathologies are recent, and it is now widely accepted that they are related to one another. These pathologies were easy to fall into and will be very difficult to climb out of. There is, in fact, no agreement about how to cure them. It may be unable to take measures necessary once we know what those mean sures are.

4- There is ample room for pessimism, but there may be room for hope as well. Analysis demonstrates that we continue slouching towards Gomorrah. We are all well along the road to the moral chaos. Modern liberalism has corrupted our culture across the board.

5- If there are signs that we have become less concerned than we should be with virtue, there are also signs that many Americans are becoming restless under the tyrannies of egalitarianism and sick of the hedonistic individualism that has brought us to the suburbs of Gomorrah. But, for the immediate future, what we probably face is an increasingly

vulgar, violent, chaotic, and politicized culture.

6- The first requisite is knowing what is happening to us. This book has tried to answer that, to show that decline runs across our entire culture and that it has a common cause, modern liberalism.

7- The second step is resistance to radical liberalism and radical egalitarianism in every area of culture. It is pointless to ask, "What is the solution?" There is no single grand strategy, so it must be recaptured church by church; and education university by university, school board by school board. Bureaucracies severely when it over-steps its legitimate authority, as it now regularly does. A few of the necessary actions must involve the government, as in administering censorship of the vilest aspects of our popular culture.

8- We have allowed (America's intellectual and moral capital) to be severely damaged (by the barbarians of modern liberalism), but perhaps not beyond repair. As we approach its desolate and sordid precincts, the pessimism of the intellect tells us that Gomorrah is our probable destination. What is left to us is a determination not to accept that fate and the courage to resist it --- the optimism of the will.

ماہنامہ حکمت بالغہ

(احیاء العلوم نمبر) مئی 2009ء

پر پندرہ روزہ **المنبر** کا تبصرہ

ماہنامہ حکمت بالغہ کا خصوصی شمارہ ''احیاء العلوم نمبر'' زیر تبصرہ ہے اس میں خاص کر اس بات کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ مغربی علم کے تجرباتی حصہ کو ابلیسی آلئہ کار بننے سے بچایا جائے۔ ''احیاء العلوم نمبر'' میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بطور خالق، مالک اور رب پیش کیا جائے اور مشاہدہ اور تجربہ کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ کائنات کے مطالعہ کا نام دیا جائے اور حاصل شدہ نتائج کو آیات خداوندی کی معرفت قرار دیا جائے۔ فاروقی صاحب رقمطراز ہیں۔ ''موجودہ مغربی تجرباتی علم اور فکر و فلسفہ کو خدا شناس اور خدا پرست بنانے کے لئے نصابی کتب کو دوبارہ تحریر میں لانا ہوگا اور سابقہ کتب میں سے غلط مواد کو دریا برد کرنا ہوگا۔

مدیر محترم ملت کا درد رکھنے والے انسان ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ہر انسان اپنے مالک و خالق کی پہچان کرے، اسی کی دہلیز پر جبینِ نیاز رکھے۔ دامن اسی کی جناب میں پھیلائے۔ نہایت جاندار عنادین کے تحت مدلل ابحاث پیش کی گئی ہیں۔ اللہ کرے محترم فاروقی صاحب کا قلم یونہی تازہ رہے اور ایسی تخلیق اور علمی معلومات بہم پہنچاتے رہیں۔ (آمین)